رباعیاتِ حکیم عمر خیام نیشاپوری

مع

حالات حکیم مرحوم

مرتبہ

صاحب صدق و سچائی شیخ الٰہ بخش گتائی سابق متعلم اسلامیہ کالج لاہور

حسب فرمائش

شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب لاہور
بنگلہ ایوب شاہ
اندرون شیرانوالہ دروازہ

سنہ ۱۳۴۲ ہجری المقدس

در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور باہتمام بابو عبد الرشید طبع شد

بار اول تعداد جلد ۱۰۰۰ .... قیمت ۶/

اطلاع :- خریداران کو چاہیے کہ اس کتاب کو خریدتے وقت ہمارا نام دیکھ لیا کریں۔ کیونکہ موجودہ دیگر طبع شدہ رباعیات عمر خیام میں سے صحیح ترین اور سستی یہی ہے۔ نیازمندان :- شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب لاہور۔

قابل دید اور لائق مطالعہ کتابیں

ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب امام المشارق و المغارب یعنی سوانح عمری حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ مولفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری سابق رجسٹرار کتب خانہ سرکار رامپور جو نایاب تھی اور جس کا ایک ایک نسخہ دس دس روپیہ کو نہ ملتا تھا اب تیسری مرتبہ شائع ہو گئی ہے۔ قیمت للعہ مجلد للعہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا دیوان بدیع البیان مترجم اردو مین السطور مطالعہ کیجئے اور فوائد دارین حاصل فرمائیے۔ قیمت فی جلد ۱۲/

رہبر کامل | یعنی جناب امیر علیہ السلام کی اپنی تحریر فرمودہ کتاب موسوم بہ غرر الحکم و درر الکلم مرتبہ علامہ عبد الواحد ابن عبد الاحد تیمی کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ہزار ہا پر اثر نصائح کلمات پر اسرار۔ احوال۔ معارف۔ حقایق۔ لطائف۔ نکات۔ آداب اخلاق وغیرہ کا گراں بہا خزانہ جو دنیا و عاقبت میں انسان عافیت و فلاح و مغفرت کے لئے اشد ضروری و لازمی ہیں درج ہیں۔ قیمت ۱۲/

مراۃ العارفین مترجم اردو | مصنفہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام۔ یہ کتاب مستطاب منازل سلوک میں اعلےٰ پایہ رکھتی ہے۔ اور جس کو امام علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا۔ قیمت فی جلد ۴/

فتوحات مکیہ | از حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے کامل تین باب کا اردو ترجمہ۔ حضرت شیخ نے اسلامی شریعت کے اسرار معقولی رنگ میں علم تصوف کے رموز ایسے لطیف پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔ کہ ہر ایک مسئلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ۱۲/

مقدمہ تاریخ ابن خلدون | کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں۔ کل اہم اسلامی علوم اور فنون اور واقعات معہ واقعہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ قیمت ۴/

خلافت اور اسلام۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ جمہوریت اسلام و آئین انتخاب خلیفہ مذہب و سیاسیات کا مشترک و مجمع نظر ہے۔ قیمت فی جلد ۳/

ثمرۂ حیات | میلاد سرور کائنات کا بیان اس کتاب میں نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ عبارت معقول شگفتہ۔ سچے اشعار گہربار سے بھری ہوئی اور روایت مقبول اسکی غزلیات آبدار سلسلہ ہوئی گویا یہ عالی کتاب نبوت محمدی کا ایک نایاب خزینہ ہے۔ قیمت ۶/

رباعیات حکیم عمر خیام نیشاپوری معہ صحیح ترین حالات حکیم مرحوم۔ قیمت ۶/

گلدستہ حضرت محسن کاکوروی | یعنی مداح رسول زمن ثانی اویس قرنی معہ صوفی پاک باطن مولانا سید محمد محسن کاکوروی صاحب کا نعتیہ کلام۔ جنہوں نے اپنا سارا فضل و کمال مدح رسول میں صرف کر دیا۔ اور اپنی کل زندگی نعت نبی کے لئے وقف کر دی اور اس صنف سخن میں سب سے گوئے سبقت لیگئے۔ سخن شناسوں نے انکی سعی و ہمت پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔ اور نکتہ سنجوں نے مقبولیت عام کے گلدستے نذر کئے بلکہ ناقدروں کو بھی مجبور ا بلندی مضامین شوکت الفاظ خوبی بندش اور زور طبیعت کی داد دینی پڑی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور حظ وافر اٹھائیے۔ قیمت صرف ۶/

المشتہران شیخ جان محمد اله بخش تاجران کتب لاہور بنگلہ ایوب شاہ

(۱۸۶۷)

حالاتِ حکیم عمر خیام نیشاپوری

اس نامور اور فاضل حکیم کا نام عمر لقب غیاث الدین کنیت ابوالفتح تخلص خیام اور وطن نیشاپور ہی۔ غیاث الدین وہ معزز خطاب ہے جو قوم کی طرف سے خیام کو دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں امام مانا گیا ہے۔ البتہ کنیت حقیقی نہیں ہے بلکہ وضعی ہے۔ کیونکہ خیام نے تمام عمر نہ تو شادی کی اور نہ کوئی اولاد چھوڑی۔ اور اگرچہ خیام جو حکیم کا تخلص ہے۔ کے لغوی معنے خیمہ دوز کے ہیں۔ جس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ شاید اسکا پیشہ بھی خیمہ دوزی ہوگا۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے۔ کہ تمام عمر میں ایکدن بھی خیام نے خیمہ دوزی نہیں کی۔

تذکرہ نویس اسپر متفق ہیں۔ کہ خیام کے باپ کا نام ابراہیم تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ خیام کے باپ کا نام عثمان تھا جیساکہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین میں ہے[۱]

بگریختہ ام ز دیو خذلال در سایۂ عمر ابن عثمان

ہم صدر رم و ہم امام و ہم عجم صدر اجل و امام اکرم

خیام کے نسب کے متعلق اس سے زیادہ صحیح اور معتبر روایت اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خاقانی عمر خیام کا حقیقی بھتیجا ہے۔ اور اُسکی تعلیم و تربیت خیام ہی نے کی ہے۔ اسلئے اُسکے مقابلہ میں باہر والوں کی روایت قابل سند نہیں ہے۔ عمر خیام کا باپ عثمان بیشک جامہ باف تھا۔ چنانچہ خاقانی نے جہاں اپنے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں اس میں اپنے دادا عثمان کو نساج (جامہ باف) لکھا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے[۲]

جولاہہ نژادم از سوے جد در صنعت من کمال ابجد

شاگرد ازل بہ کلبۂ من ما شورہ کن است و ریسماں تن ۲

اور غالباً کسی وجہ سے جو آج ہمکو معلوم نہیں جامہ بافی کو چھوڑکر خیمہ دوزی شروع کی ہوگی جسکی وجہ سے

---

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی نظر سے نہیں گذری۔ جو انہوں نے بھی اپنی کتاب شعرائے العجم حصہ اول میں عمر خیام کے باپ کا نام ابراہیم لکھ دیا ہے۔ جو غلط ہے ۔ ۱۲

[۲] سوانحعمری نظام الملک طوسی تذکرہ عمر خیام ۔ بحوالہ تحفۃ العراقین خاقانی۔

قابل دید اور لائق مطالعہ کتابیں

ارجح المطالب فی عدّ مناقب اسد اللہ الغالب امام المشارق و المغارب یعنی سوانحعمری حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ مؤلفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری سابق رجسٹرار کتب خانہ سرکار رامپور جو نایاب تھی اور جس کا ایک ایک نسخہ دس دس روپیہ کو نہ ملتا تھا اب تیسری مرتبہ شائع ہوگئی ہے۔ قیمت للعہ مجلد للعہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا دیوان بدیع البیان مترجم اردو بین السطور مطالعہ کیجئے اور فوائد دارین حاصل فرمائیے۔ قیمت فی جلد ...... عہ

رہبر کامل | یعنی جناب امیر علیہ السلام کی اپنی تحریر فرمودہ کتاب موسوم بہ **غرر الحکم و درر الکلم** مرتبہ علامہ عبد الواحد ابن عبد الاحد تمیمی کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ہزار ہا پُر اثر نصائح کلمات پُر اسرار۔ اقوال۔ معارف۔ حقایق۔ لطائف۔ نکات۔ آداب اخلاق وغیرہ کا گراں بہا خزانہ جو دنیا و عاقبت ہیں الشان عافیت و فلاح و مغفرت کے لئے اشد ضروری و لازمی ہیں درج ہیں۔ قیمت ...... عہ

مراۃ العارفین مترجم اردو | مصنفہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام۔ یہ کتاب مستطاب منازل سلوک میں اعلیٰ پایہ رکھتی ہے۔ اور جس کو امام علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا۔ قیمت فی جلد ۴ر

فتوحات مکیہ | از حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے کامل تین باب کا اردو ترجمہ۔ حضرت شیخ نے اسلامی شریعت کے اسرار معقولی رنگ میں علم تصوف کے رموز ایسے لطیف پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔ کہ ہر ایک مسئلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ...... عہ

مقدمہ تاریخ ابن خلدون | کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں۔ کل اہم اسلامی علوم اور فنون اور واقعات معہ واقعہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ قیمت ...... عہ

خلافت اور اسلام جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ جمہوریت اسلام و آئین انتخاب خلیفہ مذہب و سیاسیات کا مشترک و مطمح نظر ہے۔ قیمت فی جلد ۳ر

ثمرۂ حیات | میلاد سرور کائنات کا بیان اس کتاب میں نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ عبارت معقول مقفیٰ۔ مسجع اشعار گہربار سے بھری ہوئی اور روایت مقبول اسکی غزلیات آبدار سے لدی ہوئی گویا یہ عالی کتاب بلوت محمدی کا ایک نایاب خزینہ ہے۔ قیمت ۶ر

رباعیات حکیم عمر خیام نیشاپوری معہ صحیح ترین حالات حکیم مرحوم۔ قیمت ۶ر

گلدستہ حضرت محسن کاکوروی | یعنی مداح رسول زمن ثانی اویس قرنی ۔ صوفی پاک باطن مولانا سید محمد محسن کاکوروی صاحب کا نعتیہ کلام۔ جنہوں نے اپنا سارا فضل و کمال مدح رسول میں صرف کر دیا۔ اور اپنی کل زندگی نعت نبی کے لئے وقف کر دی اور اس صنف سخن میں سب سے گوئے سبقت لیگئے۔ سخن شناسوں نے انکی سعی و ہمت پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔ اور نکتہ سنجوں نے مقبولیت عام کے گلدستے نذر کئے بلکہ ناقدردانوں کو بھی مجبوراً بلندی مضامین شوکت الفاظ۔ خوبی بندش اور طبیعت کی داد دینی پڑی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور حظ وافر اٹھائیے۔ قیمت صرف ۶ر

المشتہران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ

(۷۸۶)

حالات حکیم عمر خیام نیشاپوری

اس نامور اور فاضل حکیم کا نام عمر۔ لقب غیاث الدین۔ کنیت ابوالفتح تخلص خیام اور وطن نیشاپور ہی۔ غیاث الدین وہ معزز خطاب ہے جو قوم کی طرف سے خیام کو دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں امام مانا گیا ہے۔ البتہ کنیت حقیقی نہیں ہے بلکہ وصفی ہے۔ کیونکہ خیام نے تمام عمر نہ تو شادی کی اور نہ کوئی اولاد چھوڑی۔ اور اگرچہ خیام جو حکیم کا تخلص ہے۔ کے لغوی معنے خیمہ دوز کے ہیں۔ جس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ شاید اسکا پیشہ بھی خیمہ دوزی ہوگا۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے۔ کہ تمام عمر میں ایکدن بھی خیام نے خیمہ دوزی نہیں کی۔

تذکرہ نویس اسپر متفق ہیں۔ کہ خیام کے باپ کا نام ابراہیم تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ خیام کے باپ کا نام عثمان تھا جیساکہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین میں ہی[۱]

بگریختہ ام ز دیو خذلال — در سایۂ عمر ابن عثمان

ہم صدر رم و ہم امام و ہم عجم — صدر اجل و امام اکرم

خیام کے نسب کے متعلق اس سے زیادہ صحیح اور معتبر روایت اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خاقانی عمر خیام کا حقیقی بھتیجا ہے۔ اور اسکی تعلیم و تربیت خیام ہی نے کی ہے۔ اسلئے اُسکے مقابلہ میں باہر والوں کی روایت قابل سند نہیں ہے۔ عمر خیام کا باپ عثمان بیشک جامہ باف تھا۔ چنانچہ خاقانی نے جہاں اپنے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں اس میں اپنے دادا عثمان کو نساج (جامہ باف) لکھا ہے۔ چنانچہ لکھا ہی[۲]

جولاہہ نژادم از سوئے جد — در صنعت من کمال ابجد

شاگرد ازل بہ کلبۂ من — ماشورہ کن است و ریسمان تن

اور غالباً کسی وجہ سے جو آج ہمکو معلوم نہیں جامہ بافی کو چھوڑکر خیمہ دوزی شروع کی ہوگی جسکی وجہ سے

---

[۱] معلوم ہوتا ہی کہ خاقانی کی کتاب مثنوی تحفۃ العراقین علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی نظر سے نہیں گذری۔ جو انہوں نے بھی اپنی کتاب شعرائے العجم حصہ اول میں عمر خیام کے باپ کا نام ابراہیم لکھ دیا ہے۔ جو غلط ہے۔ ۱۲

[۲] سوانحعمری نظام الملک طوسی تذکرہ عمر خیام بحوالہ تحفۃ العراقین خاقانی۔

وہ قوم میں خیامی مشہور ہوا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ خیام نے باپ کی اس شہرت عام یا کسر نفسی کے باعث اپنا تخلص خیام پسند کیا۔

عمر خیام کس سنہ میں پیدا ہوا۔ اسکا صحیح جواب نہیں دیا جا سکتا۔ مگر مولنا عبد الرزاق صاحب کانپوری مصنف سوانحعمری نظام الملک طوسی نے جو اپنی طرف سے تحقیقات کی ہے اُسکے بموجب خیام کا سن ولادت ۴۱۰ھ ہجری ہی اور لکھا ہے کہ یہی رای محققین یورپ کی ہے۔

خیام کے بچپن کے حالات کسی تاریخ اور تذکرہ میں نہیں ہیں مگر یہ بالاتفاق ثابت ہی کہ عمر خیام نے کچھ مدت امام ہمام امام موفق کی درسگاہ میں رہکر فقہ۔ حدیث اور اُصول کی تعلیم حاصل کی ہی۔ دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے متعلق تحقیق نہیں ہو سکا۔ کہ خیام کو اُن علوم میں کس کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ اپنے زمانے کا نہایت نامور حکیم۔ مہندس نجومی اور فلسفی شاعر ہے۔ جس پر خاک ایران کو ہمیشہ فخر رہیگا۔ امام ہمام موفق کی شاگردی کے زمانے میں دو اور شخص اسکے ہم سبق تھے۔ تینوں میں دلی محبت و الفت اسقدر بڑھی۔ کہ سب نے عہد کیا۔ کہ ہم میں سے جب کوئی شخص بڑے منصب پر پہونچیگا۔ تو اپنے سہ محبوں کو بھی اپنا ہمسر بنائیگا۔ اسوقت دنیا کو کیا معلوم تھا۔ کہ یہ مکتب کے ہم سبق طالب علم جو اسوقت ایک خیالی منصوبہ باندھتے ہیں۔ آگے چلکر دنیا کی تاریخ بدلدینگے۔ ان میں سے ایک کا نام خواجہ حسن بن علی تھا اور دوسرے کا نام حسن بن صباح تھا۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ ان میں سے خواجہ حسن بن علی نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی۔ کہ الپ ارسلان شاہ سلجوقی کا وزیر ہو گیا۔ اور ۴۶۵ھ ہجری میں جب الپ ارسلان نے وفات پائی۔ اور اُسکا بیٹا ملک شاہ سلجوقی سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تو وہ کل سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا اور نظام الملک طوسی کے معزز خطاب سے مشرف ہوا۔

ایک مدت کے بعد عمر خیام اپنے پُرانے ہم جماعت یعنی نظام الملک طوسی کے پاس اصفہان اپنی قسمت آزمائی کے لئے حاضر ہوا۔ اسنے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور خود پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ خیام جو کچھ چاہتا اسکو مل سکتا تھا۔ مگر ملک قناعت کا یہ شہنشاہ کسی سیاسی خدمت۔ درباری منصب یا خطاب کا طالب

نہ ہوا۔ بلکہ التجا کی تو یہ کی کہ مجھے اپنی دولت اور نعمت کے سایہ تلے ایک چھوٹا سا
جھونپڑا عنایت کریں جس میں رہکر ملک میں علم کی روشنی پھیلاؤں۔ نظام الملک کا
اپنا بیان ہے کہ جب میں نے اُسے اپنے ارادے میں مضبوط پایا۔ تو پھر ملکی عہدہ کے لیے
مجبور نہ کیا۔ اور اُسکے وطن نیشاپور ہی میں بارہ سو روپے کی سالانہ جاگیر مقرر کردی۔
چنانچہ جب عمر خیام نظام الملک طوسی کی فیاضی سے معاش کی فکر سے پورا مطمئن ہوگیا
تو وہ علمی تحقیقات میں مصروف ہوا۔ اور چند سال کی محنت کے بعد اُسنے جبر و مقابلہ
بزبان عربی ایک بینظیر کتاب لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ لیڈن میں اسوقت
موجود ہے۔ اور سُنا ہے کہ اب فرانس میں شائع ہوچکا ہے۔ اسکے بعد دوسری کتاب
علم الساعۃ و المکعبات میں اور تیسری کتاب اُقلیدس کے اہم مسائل کی شرح میں لکھی
ان کتابوں کی وجہ سے جب عمر خیام کا شہرہ ہوا۔ تو نظام الملک نے خیام کے فضل و
کمال کا تذکرہ ملک شاہ سلجوقی والئے ملک سے کیا۔ تو چونکہ ملک شاہ کو اصلاح تقویم
کا ایک عرصہ سے خیال تھا۔ اسلئے عمر خیام کی ماتحتی میں اُسنے وسیع پیمانہ پر اصلاح تقویم کا
دفتر قائم کیا۔ اور یہ دفتر کیوں قائم کیا۔ اور ملک شاہ کو اصلاح تقویم کا کیوں خیال تھا
اسکی مختصر کیفیت اسطرح ہے۔ کہ جب سنہ ۴۶۵ ہجری میں ملک شاہ سلجوقی تخت آرائے
سلطنت ہوا۔ اسوقت تمام دفاتر میں سنہ فارسی تھا۔ اسکو ملک شاہ نے بھی
بدستور قائم رکھا۔ مگر چونکہ وہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہ تھا۔ اسلئے ملک شاہ کو اسکی
ترمیم اور اصلاح کا خیال تھا۔ اور حسب دستور چونکہ آمدنی سنہ شمسی کے حساب سے
وصول کی جاتی تھی اور خرچ کا حساب شہور قمری سے تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک دن
سنہ ۴۶۷ ہجری میں خزانہ میں خرچ کے واسطے ایک پیسہ بھی باقی نہ رہا۔ تب بادشاہ کو
تشویش ہوئی۔ اور اُسیوقت اُسنے ارادہ کیا۔ کہ آمدنی و خرچ کے لیے ایک منتظم مال قرار دیا
جائے۔ کیونکہ اگر موجودہ اصول پر عملدرآمد کیا گیا۔ تو ہر تیسویں سال حساب میں فرق
پڑ جائیگا۔ چنانچہ ملک شاہ والئے ملک کے منشاء کی مطابق عمر خیام نے نہایت خوبی
سے اس مسئلہ کو حل کیا جس کی کچھ کیفیت حسب ذیل ہے۔ عمر خیام نے اصلاح تقویم کے
واسطے ایک مستند مجلس منعقد کی۔ اور سات نامور حکماء اور منجموں کو اپنا مشیر کار بنایا۔ اور

کامل تین سال کی تحقیقات کے بعد نتیجہ نکالا۔ کہ آفتاب اپنا سالانہ دورہ ۳۶۵ تین سو پینسٹھ دن ۵ ساعت اور ۴۹ دقیقہ میں طے کرتا ہے۔ اسلئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہر چوتھے سال ایکدن بڑھا دیا جائے۔ اور سات دَوروں کے ختم ہونے پر آٹھویں دَور پر بجائے چار کے پانچویں سال ایکدن زیادہ کیا جائے۔ اس حساب سے شمسی و قمری سال کا فرق پورے ۲۱ تیئیس دن میں نکل جاتا ہے۔ جب یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ تو خیام نے اس سنہ کا نام والئے ملک کے نام پر سنہ جلال ملکشاہی رکھا۔ اور جو زیج بذات خود تیار کی اُسکا نام زیج ملک شاہی قرار دیا۔ پارسیوں میں جو سنہ آج جاری ہے اور جسکو وہ **یزدجردی** سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ دراصل خیام کا صحیح کیا ہوا ہے۔ اور جسکو ہم فخریہ خیامی سنہ کہہ سکتے ہیں اور یہی سنہ الٰہی اکبر شاہی ہے۔ جو گورنمنٹ نظام میں جاری ہے۔ سُنا ہے کہ خیام کی یہ زیج اب یورپ میں چھپ چکی ہے۔ خیام کے فضل و کمال اور تبحر علم ریاضی ہیئت کا اسوقت صحیح اندازہ ہو سکتا ہے جب سنہ جلال ملکشاہی کا مقابلہ موجودہ یورپین گری گورین رول سے کیا جائے۔ کیونکہ انگریزی سال میں جو کسر چار صدیوں میں جا کر نکلتی ہے۔ وہ خیام نے تیئیس برس میں نکال لی۔ اور برائے نام ہر روز ایک منٹ میں سے کچھ کم فرق جو رہ گیا تھا۔ اگر خیام آئندہ دور تک زندہ رہتا۔ تو ایک منٹ کی بھی کسر باقی نہ رہتی۔

(۵) میزان الحکم ہے۔ یہ رسالہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی تصنیف ہے۔ اس میں خیام نے وہ اصول لکھے ہیں جنکی مدد سے مرصع اور جڑاؤ زیورات کا وزن دریافت کیا جاتا ہے اور بغیر زیور توڑنے اور جواہرات الگ کرنے کے وزن معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۶) لوازم الامکنہ ہے۔ اس رسالہ میں فصول اربعہ اور ہواؤں کے اختلاف کے اسباب لکھے ہیں۔

(۷) وجود کی حقیقت پر ایک مختصر رسالہ۔

(۸) کون و فساد و تکلیف پر ایک رسالہ۔ جو مصر میں اب چھپ چکا ہے۔

(۹) رباعیات۔ عجیب بات ہے۔ کہ خیام اگرچہ فلسفہ میں نجوم میں۔ فقہ میں۔ ادب میں تاریخ میں کمال رکھتا تھا۔ اور فلسفہ یونان میں ماہر ہونے کے علاوہ عربی میں بہت برجستہ شعر کہتا تھا۔ مگر جو تصنیف آجتک اسکی شہرت کے بال و پر بنی ہوئی ہیں وہ فارسی

رباعیاں ہیں۔ جنکی قدردانی ایشیا سے زیادہ یورپ نے کی ہے۔ اور یورپ کو کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ خیام کے خیالات یورپ سے اسقدر ملتے جلتے ہیں کہ آج اگر موجود ہوتا۔ تو شائد بقول مولانا شبلی مرحوم یوروپین بن جاتا۔ رباعیات کی صحیح تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ مگر تحقیقات سے اب اسکی رباعیوں کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز کرچکی ہے۔ اور لنڈن میں خیام کے فدائیوں نے بطور روادمی یادگار "عمر خیام کلب" قائم کی ہے۔ جس کی سالانہ روئداد ہر سال چھپتی اور شائع ہوتی ہے۔ خیام کی رباعیات ہمکو کیا سکھاتی ہیں اور وہ کن خیالات کی مجموعہ ہیں۔ اسپر تفصیل سے بحث کرنا اُس شخص کا کام ہے۔ جو خیام کی مستقل سوانحعمری لکھے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ خیام ہمکو فلسفہ زندگی کے مختلف مباحث سے آگاہ کرتا ہے۔ اور مختلف اسرار سے انسانی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ رباعیات کے ہر مصرعہ میں حکمت و فلسفہ بھرا ہوا ہے۔ نظام عالم۔ اسرار کائنات اور وجود ہستی کے نکات جس دلربا طریقہ سے خیام ادا کرتا ہے۔ وہ اُسی کا حصہ ہے۔ حکیم عمر خیام پر جو ایک بھاری الزام ہے۔ اور جو کسی کے اُٹھائے اُٹھ نہیں سکتا۔ بلکہ وہ خود بھی اقبالی ہے وہ اُسکی بادہ نوشی ہے جس کا وہ اپنے زمانہ عمر تصنیفات رباعیات میں از حد مشتاق نظر آتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ خیام کی صراحی اُسکے ہاتھ سے گر پڑی اور ٹوٹ گئی۔ اسپر اُسنے یہ رُباعی کہی ؎

ابریق مئے مراشکستی ربّا ۔ بر من درِ عیش را بہ بستی ربّا

بر خاک بریختی مئے لعل مرا ۔ خاکم بدہن کہ سخت مستی ربّا

کہتے ہیں۔ کہ اس گستاخی پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فوراً اُسکو سزا ملی کہ اُسکی گردن کج ہوگئی۔ اور مُنھ سیاہ ہوگیا۔ جب آئینہ دیکھا۔ تو ہئیت کذائی کو دیکھ کر خوب رویا اور خدا سے یوں مناجات کی ؎

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو ۔ و آنکس کہ گناہ نہ کرد چوں زیست بگو

من بد کنم و تو بد مکافات دہی ۔ پس فرق میان من و تو چیست بگو

تب خدا نے رحم فرمایا اور مُنھ اُجالا ہوگیا اور گردن سیدھی ہوگئی۔

عام لوگوں کا قاعدہ ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور اسپر نادم نہیں ہوتے۔ اور تا زیست توبہ

ؔ تذکرہ شعرائے انجم حصہ اول حالات حکیم عمر خیام

نہیں کرتے بلکہ مصر رہتے ہیں اسکو اپنی گناہوں کا اقرار ہے۔ اور کس عجیب و غریب انداز سے معافی چاہتا ہے ۔

بر سینہ غم پذیر من رحمت کن	بر جان و دل اسیر من رحمت کن
بر پائے خرابات رو من بخشائی	بر دست پیالہ گیر من رحمت کن

دیگر

یا رب اگر گناہ بے حد کردم	بر جان و جوانی و تن خود کردم
چوں بر کرمت وثوق کلی دارم	برگشتم و توبہ کردم و بد کردم

عمر خیام کے عام خیالات اور جذبات کی تفصیل کے لئے اس مجموعہ رباعیات کی سیر کرو۔ اس مجموعہ میں ہزاروں خیالات ہیں۔ جس کے مطالعہ سے مفید نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ خیام اگرچہ اعلےٰ درجہ کا آزاد منش فلسفی شاعر ہے۔ مگر رباعیات کے سوا اور کسی قسم کا کلام تذکروں میں درج نہیں ہے۔ صرف ایک قطعہ اور کچھ عربی اشعار ملے ہیں جن میں سے ایک قطعہ فارسی جس کے گیارہ اشعار ہیں۔ رباعیات کے اختتام پر شامل کر دیا گیا ہے۔ اس عالم نا داری میں یہ ایک گرانقدر تحفہ ہے۔ ناظرین اپنے موقعہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ آخر اس حکمت و فلسفہ کے پتلے کی موت کا وقت آ پہونچا جس کی گھڑیاں وہ اس بڑھاپے میں گن رہا تھا۔ جیسا کہ وہ ایک رباعی میں اپنی صد سالہ زندگی دکھا کر خدائے غفور رحیم سے مغفرت چاہتا ہے ۔

آنم کہ پدید گشتم از قدرت تو	صد سالہ شدم بناز و نعمت تو
صد سال بہ امتحاں گنہ خواہم کرد	تا جرم من است بیش یا رحمت تو

چنانچہ زندگی کی قریباً ایک سو سات منزلیں طے کرنے کے بعد ۵۱۷ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور نیشاپور کے گورستان حیرہ میں دفن ہوا۔ خیام کی موت کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے۔ تاریخ الحکما میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن بو علی سینا کی کتاب الشفا پڑھ رہا تھا جب وحدۃ و کثرۃ کی بحث آئی۔ تو کتاب بند کر دی۔ اور طلائی خلال جس کو ہر وقت پاس رکھتا تھا۔ اُس ورق پر رکھکر اُٹھا۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ وصیت کی اور شام تک کچھ نہ کھایا۔ نماز عشا پڑھکر سجدہ کیا اور کہا اللھم تعلم انی عرفتک علےٰ مبلغ

امکانی فاغفرلی فان معرفتی ایاک وسیلتی الیک - اے خدا جہاں تک میرے امکان میں تھا میں نے تجھ کو پہچانا - اسی وسیلہ سے مجکو بخش دے - اور یہی کہتے کہتے روح جسم سے نکلکر منزل مقصود کو پہنچگئی - دفن کا واقعہ اس سے بھی عجیب تر ہے - نظامی عروسی اُس زمانہ کا مشہور شاعر ہے - اُسکا بیان ہے کہ ۵۰۶ھ ہجری میں میں بلخ گیا - معلوم ہوا کہ خیام آجکل یہیں مقیم ہے - میں خدمت میں حاضر ہوا - باتوں باتوں میں خیام نے کہا - کہ میری قبر ایسے مقام میں ہنگی - کہ ہر سال دو دفعہ درخت اُسپر پھول برسائینگے - مجکو تعجب ہوا - ساتھ ہی خیال آیا - کہ ایسا بڑا شخص لغو نہیں ہو سکتا - چنانچہ ۵۳۰ھ ہجری میں جب مجھے نیشاپور جانے کا اتفاق ہوا - تو حکیم موصوف کو دنیا سے رخصت ہوئے کئی برس گذر چکے تھے - اور چونکہ مجھے شاگردی کا فخر حاصل تھا - اس لئے جمعہ کے دن ایک رہنما کو ساتھ لیکر میں گورستان حیرہ میں فاتحہ خوانی کے لئے گیا - دیکھا تو باغ کی دیوار کے نیچے قبر ہے - سرہانے امرود اور زرد آلو کے درخت ہیں - شگوفے جھڑ کر اسقدر ڈھیر ہو گئے ہیں کہ قبر ڈھک گئی ہے - مجکو حکیم موصوف کا قول یاد آگیا - اور بے اختیار آنسو نکل پڑے - کیونکہ میری نظر میں تمام ربع مسکون میں کوئی شخص حکیم موصوف کا نظیر نہ تھا - خداوند تعالیٰ و تبارک اُسپر اپنی رحمت نازل فرمائے - آمین ثم آمین ؞

رباعیات حکیم عمر خیام نیشاپوری

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما — کاے رند خراباتی دیوانۂ ما
برخیز که پر کنیم پیمانہ ز مے — زاں پیش که پر کنند پیمانۂ ما (۱)

گر مے نخوری طعنہ مزن مستاں را — گر دست دہد توبہ کنم یزداں را
تو فخر بدیں کنی که من مے نخورم — صد کار کنی که مے غلامست آں را (۲)

مرد آں نبود که خلق خوار اند اورا — وز بیم بدی نیک شمار اند اورا
رندے که نمود روی دستی بکرم — رنداں ہمہ پشت دست دارند اورا (۳)

چوں ز آب و گل آفرید صانع ما را — کردہ بنعم زمانہ قانع ما را
پیوستہ مرا ز مے ہمیں منع کنی — خود دست تہی بس است مانع ما را (۴)

چوں عہدہ نمی کند کسی فردا را — خالی خوش کن تو ایں دل شیدا را
مے نوش بنور ماہ اے ماہ که ماہ — بسیار بتابد و نیابد ما را (۵)

اے کردہ نہ لطف و قہر تو صنع خدا — در عہد ازل بہشت و دوزخ برپا
بزم تو بہشت است و مرا جز می نیست — خوبست که در بہشت رہ نیست مرا (۶)

بت گفت بہ بت پرست کای عابد ما — دانی ز چہ روی گشتۂ ساجد ما
بر ما بجمال خود تجلی کردہ است — آں کس که ز تست ناظر و شاہد ما (۷)

بر دوست یکے تیغ جواب ست مرا — کز وی ہمہ سال فتح باب ست مرا
پیوستہ دل خصم کباب است مرا — وز کلۂ او جام شراب ست مرا (۸)

ابریق مئے مرا شکستی ربا — بر من در عیش را بہ بستی ربا
بر خاک بریختی مئے لعل مرا — خاکم بہ دہن که سخت مستی ربا (۹)

دانی که چہ مذہب است اے دلبر ما — با ایں ہمہ نیز رفتۂ از بر ما
خود کس تو فرستی و نپرسی ہرگز — تا بے تو چہا می گذرد بہ سر ما (۱۰)

(۱۱)
مے قوت جسم و قوت جانست مرا
مے کاشف اسرار نہانست مرا
دیگر طلب دینی و عقبے نکنم
یک جرعه پر از ہر دو جہانست مرا

(۱۲)
از آتش ما و دود کجا بود اینجا
وز مایهٔ ما سود کجا بود اینجا
آں کس که مرا نام خراباتی کرد
در اصل خرابات کجا بود اینجا

(۱۳)
برخیز و بیا بتا برائے دل ما
حل کن بجمال خویشتن مشکل ما
یک کوزه می بیار تا نوش کنم
زاں پیش که کوزہ کنند از گل ما

(۱۴)
چوں فوت شوم بباده شوئید مرا
تلقین ز شراب و جام گوئید مرا
خواہید بروز حشر یابید مرا
از خاک در میکده بوئید مرا

(۱۵)
از بادهٔ ناب لعل شد گوہر ما
آمد بفغاں ز دست ما ساغر ما
از بسکه ہمی خوریم مے بر سر مے
ما در سر مے شدیم و مے در سر ما

(۱۶)
خرم نبود دل پُر از غم را
ہجر تو حزیں کرد دل خرّم را
من تلخی عالم بتو خوش می کردم
با تلخی ہجرت چه کنم عالم را

(۱۷)
ہر چند که رنگ و بو زیباست مرا
چوں لاله رُخ و چو سرو بالاست مرا
معلوم نشد که در طربخانهٔ خاک
نقاش من از بہر چه آراست مرا

(۱۸)
غافل بچه اُمید درین شوم سرا
بر دولت او دل منہ از بہر خدا
ہرگاه که خواہد که نشیند از پا
گیرد اجلش دست که بالا بیا

(۱۹)
اے خواجه یکے کام روا کن مارا
دم درکش و در کار خدا کن مارا
ما راست رویم و لیک تو کج بینی
رو چارهٔ دیده کن رہا کن مارا

(۲۰)
عاشق ہمه روزه مست و شیدا بادا
دیوانه و شوریده و رُسوا بادا
در ہشیاری غصّهٔ ہر چیز خوریم
چوں مست شویم ہر چه بادا بادا

(۲۱)
ساقی قدحے که کارساز ست خدا
در رحمت خود بنده نواز ست خدا
مے خور به بہار و بار طاعت مفروش
کز طاعت خلق بے نیاز ست خدا

(۲۲)
این دہر که بود مدّتے منزل ما
نامد بجز از بلا و غم حاصل ما
افسوس که حل نگشت یک مشکل ما
رفتیم و ہزار حسرت اندر دل ما

(۲۳)
ساقی نظری به بیکسان بهر خدا
بشکن صف بتان بوالهوسان بهر خدا
ما ماهی مرده ایم تو آب حیات
مارا بوصال خود رسان بهر خدا

(۲۴)
قرآن که مهین کلام خوانند اورا
گه گاه نه بر دوام خوانند اورا
در خط پیاله آیتی روشن هست
کاندر همه جا مدام خوانند اورا

(۲۵)
ای آنکه گزیدهٔ جهانی تو مرا
خوشتر ز دل و دیده و جانی تو مرا
از جان صنما عزیز تو چیزی نیست
صد بار عزیزتر از آنی تو مرا

امشب بر ما مست که آورد ترا
وز پرده بدین وست که آورد ترا
نزدیک کسی که بی تو در آتش بود
چون باد بدین وست که آورد ترا

(۲۷)
خواهی ز فراق در فغان دار مرا
خواهی ز وصال شادمان دار مرا
من با تو نگویم که چسان دار مرا
ز آنسان که دلت خواست چنان دار مرا

(۲۸)
ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب
در گروش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد تو افزون گردد
با درد بساز و هیچ درمان مطلب

(۲۹)
روزیکه بدست بر نهم جام شراب
وز غایت خرمی شوم مست و خراب
صد معجزه پیدا کنم اندر هر باب
زین طبع چو آتش و سخنهای چو آب

(۳۰)
چندان بخورم شراب کین بوی شراب
آید ز تراب چون روم زیر تراب
تا بر سر خاک من رسد مخموری
از بوی تراب من شود مست و خراب

(۳۱)
ما و می و معشوق درین کنج خراب
جان و دل و جام و جامه در رهن شراب
فارغ ز امید رحمت و بیم عذاب
آزاد ز خاک و باد و ز آتش و آب

(۳۲)
مائیم و می و مطرب این کنج خراب
جان و دل و دین عقل مرهون شراب
سر در می گرد و می در سر می
بنیاد نهاد خانه مانند حباب

(۳۳)
با بط می گفت ماهی در تب و تاب
باشد که بجوی رفته باز آید آب
بط گفت که چون من و تو گشتیم کباب
بعد از پس مرگ ما چه دریا چه سراب

(۳۴)
بر پای تو بوسه دادن ای شمع طرب
بهتر زان باشد که دیگران را بر لب
دست من و دامن خیالت هر روز
پای من و جستن وصالت همه شب

این کوزه چو من عاشق زاری بوده است — در بند سر زلف نگاری بوده است
این دسته که بر گردن وی می بینی — دستی است که در گردن یاری بوده است (۸۳)

خیام زبهر گنه این ماتم چیست — در خوردن غم فائده بیش و کم چیست
آنرا که گنه نکرد غفران نبود — غفران زبرای گنه آمد غم چیست (۸۴)

هشدار که روزگار شور انگیز است — ایمن منشین که تیغ دوران تیز است
در کام تو گر زمانه لوزینه نهد — زنهار فرو مبر که زهر آمیز است (۸۵)

چون آب بجویبار و چون باد بدشت — روز دگر از عمر من و تو بگذشت
تا من باشم غم دو روزه نخورم — روزیکه نیامدست و روزیکه گذشت (۸۶)

طاس فلک از پیش و لای تهی است — آسوده درین جهان نمیدانم کیست
بین نفسی زمرگ می نتوان زیست — پس فائده درجهان بیفائده چیست (۸۷)

با زشناختم من این پای دوست — این چرخ فرومایه مرا دوست پست
افسوس که در حساب خواهند نهاد — عمری که مرا بی می و معشوق گذشت (۸۸)

از هر ذره بهر ورے نمی باید تاخت — با نیک و بد زمانه می باید ساخت
از طاس سک چرخ و کعبتین تقدیر — هر نقش که پیدا شود آن باید تاخت (۸۹)

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست — بد کی کند آنکه نیکیش عادت و خوست
با دوست چو بد کنی شود دشمن تو — با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست (۹۰)

من هیچ ندانم که مرا آنکه سرشت — از اهل بهشت کرد یا دوزخ زشت
قوتی و بتی و باده بر لب کشت — این هر سه مرا نقد و ترا نسیه بهشت (۹۱)

در ده پسر آن می که جهانتاب است — ذان می که گل نشاط را مهتاب است
بشتاب که آتش جوانی آب است — دریاب که بیداری دولت خواب است (۹۲)

می خور که مدام راحت روح تو اوست — آسایش جان و دل مجروح تو اوست
طوفان غم ار در آید از پیش و پست — در باده گریز کشتی نوح تو اوست (۹۳)

خوردن من نه از برای طرب است — نی بهر فساد و ترک دین و ادب است
خواهم که به بیخودی برآرم نفسی — می خوردن و مستی منم زین سبب است (۹۴)

دنیا نه مقامِ گشت و نه جای نشست — فرزانه درو خراب و اولیٰ تر مست

(۹۵)

بر آتشِ غم ز باده آبے میزن — زاں پیش که در خاک روی باد بدست

چوں آمدنم بمن نه بد روز نخست — ویں رفتن بمراد عزمے ست درست

(۹۶)

برخیز و میاں به بندای ساقی چست — کاندوه جهاں بمے فرو خواهم شست

گویند مرا چو سور با حور خوش است — من می گویم که آب انگور خوش است

(۹۷)

ایں نقد بگیر و دست ازاں نسیه بشو — کآواز دهل شنیدن از دور خوش است

در فصل بهار اگر بتِ حور سرشت — بر مے قدحے دهد مرا بر لب کشت

(۹۸)

گرچه بر هر کس ایں سخن باشد زشت — سگ به ز من ار دگر برم نامِ بهشت

مے نوش که عمر جاودانی این است — خود خاصیّت از دور جوانی این است

(۹۹)

هنگامِ گل و مل ست یاراں سرمست — خوش باش زمے که زندگانی این است

ای دل چو نصیب تو همه خون شدن ست — احوال تو هر لحظه دگرگوں شدن ست

(۱۰۰)

ای جاں تو دریں تنم چه کار آمده — چوں عاقبت کار تو بیروں شدن ست

با مادرِم قلب نمی گردد جفت — جاروب طرف خانه ناپاک برفت

(۱۰۱)

پیرے ز خرابات بر ما آمده گفت — می خور که بعمرها می باید خفت

خیام تنت بخیمه مے ماندراست — سلطان روح ست و منزلش دار فناست

(۱۰۲)

فراش اجل ز بهر دیگر منزل — از پا فگند خیمه که سلطان برخواست

با ما فلک ار جنگ ندارد عجب است — گر بر سر ما سنگ ندارد عجب است

(۱۰۳)

قاضی که خرید باده وقف و فروخت — در مدرسه گر ننگ ندارد عجب است

بر جان شریف کو شناسے هیست — داند که هر آنچه آمد از جان گهیست

(۱۰۴)

چیزے که بما میرسد از حکم شه است — کونین ز بهر چه میرود بی گنهیست

دارنده چو ترکیب طبائع آراست — از بهر چه او فگندش اندر کم و کاست

(۱۰۵)

گر نیک آمد شکستن از بهر چه بود — ور نیک نیامد ایں صور عیب کراست

چوں ابر بنو روز رخ لاله بشست — برخیز و بجام باده کن عزم درست

(۱۰۶)

ایں سبزه که امروز تماشاگه تست — فردا همه از خاک تو بر خواهد رست

(۱۰۷)

فصل گل و طرف جویبار و لب کشت
با یک دو سه اهل و لعبتی حور سرشت
پیش آر قدح که باده نوشان صبوح
آسوده ز مسجد اند و فارغ ز کنشت

(۱۰۸)

ای می لب لعل یار میدار بدست
زان رو که شگرف داری این کار بدست
زان عشوه مئ لاله قدح برخوردار
کاورد سخن و دل لب یار بدست

(۱۰۹)

عشق ار چه بلاست آن بلا حکم خداست
بر حکم خدا ملامت خلق چراست
چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست
پس روز پس حساب بر بنده چراست

(۱۱۰)

آباد خرابات ز می خوردن ماست
خون دو هزار توبه در گردن ماست
گر من نه کنم گناه رحمت چه کند
آرایش رحمت از گنه کردن ماست

(۱۱۱)

نه لائق مسجدم نه درخورد کنشت
ایزد داند گل مرا چه سرشت
نه دین و نه دنیا و نه امید بهشت
چون کافر درویشم و چون قحبه زشت

(۱۱۲)

در هر دشتی که لاله زاری بوده است
آن لاله ز خون شهریاری بوده است
هر برگ بنفشه کز زمین میروید
خالیست که بر رخ نگاری بوده است

(۱۱۳)

در وقت بهار اگر بتی حور سرشت
پر می قدحی دهد مرا بر لب کشت
گرچه بهر کس این سخن باشد زشت
سگ به ز من ار دگر برم نام بهشت

(۱۱۴)

با ما تنگذارند و می یارانت
غمخوار شدم ز دست غمخوارانت
خورشید تو بر روزن ما چون افتد
کز ذره فزونست هوادارانت

(۱۱۵)

چون دی و پری مایه بیکار گذشت
شادی و غم و محنت و تیمار گذشت
امروز بآنچه می رسد خوش می باش
کین سر چنانچه آمد از کار گذشت

(۱۱۶)

از گردش چرخ هیچ مفهوم نیست
جز رنج زمانه هیچ موهوم نیست
هر چند بکار خویش در می نگرم
عمری بگذشت و هیچ معلوم نیست

(۱۱۷)

پیش از من و تو لیل و نهاری بوده است
گردنده فلک برای کاری بوده است
زنهار قدم بخاک آهسته نهی
کان مردمک چشم نگاری بوده است

(۱۱۸)

از بزم خرد عقل دلیل سره گفت
از روم و عرب میمنه و میسره گفت
گر نا اهلی گفت که می ناسره است
من چون شنوم چونکه خدایش سره گفت

ساقی قدحی که هست عالم ظلمات | جز روی تو نیست در جهان آب حیات
از جان و جهان و هرچه در عالم هست | مقصود تویی و بر محمد صلوات (۱۱۹)

ساقی می معرفت مرا کرمت است | در مشرب بی معرفتان معصیت است
بی معرفت آدمی چه کار آید هیچ | مقصود ز آدمی همین معرفت است (۱۲۰)

ساقی فلک ز بحر عطای تو کفی ست | در کوی تو صد کعبه جهان در طرفی ست
در کعبهٔ جان زهی شرف گیر بسم | و در ره کعبه هم بهیرم شرفی ست (۱۲۱)

ساقی نظری که دل خوش از دیدن تست | جان شاد ز خوشه چینی خرمن تست
ناگفته دلت ضمیر ما میداند | چه جام جم عاشقان دل روشن تست (۱۲۲)

این گنبد لاجوردی زرین طشت | بسیار بگشت است و دگر خواهد گشت
یک چند ز اقتضای دوران قضا | ما نیز چو دیگران رسیدیم و گذشت (۱۲۳)

این خاک ره از خواجه بخاری بوداست | در وقت خود او بزرگواری بوداست
هر جا که قدم نهی یقین می پندار | کان دست کریم شهسواری بوداست (۱۲۴)

یک جرعه می ز ملک کاوس به است | وز تخت قباد و ملکت طوس به است
هر ناله که رندی بسحرگاه زند | از طاعت زاهدان سالوس به است (۱۲۵)

رفتم بخرابات با پیران درست | زنار مغان راهبان بستم چست
شاگرد خرابات ز بدنامی من | رختم بدر افگند و خرابات بشست (۱۲۶)

بت خانه و کعبه خانه بندگی است | ناقوس زدن ترانه بندگی است
محراب و کلیسیای و تسبیح و صلیب | حقا که همه نشانه بندگی است (۱۲۷)

ساقی قدحی که کار عالم نفسی ست | گر شادی ازو یک نفس آن نیز بسی ست
خوش باش ز هرچه پیش آید ز جهان | هرگز نشود چنانکه دلخواه کسی است (۱۲۸)

ساقی می ناز عارض پرخوی تست | چشمت نرسد که چشمها در پی تست
سرچشمهٔ فیض جز لب لعل تو نیست | صد خضر و مسیح جرعه نوش می تست (۱۲۹)

ساقی دل ما سوخته از مشتاقی ست | باز آنکه طبیب دردمندان ساقی ست
جان داد و امیدست مرا در قدمت | تا جان بود امیدواری باقی ست (۱۳۰)

(۱۳۱)

ساقی به بهشت این همه مشتاق چیست
جنت می و ساقی بود باقی چیست
اینجاست می و ساقی و آنجاست همین
پس هر دو جهان به از می و ساقی چیست

(۱۳۲)

ساقی دل من که شادی از غم نشناخت
جز جام می از نعیم عالم نشناخت
[illegible] که دم صبوح جان بخش دم است
کس غیر مسیح قدر این دم نشناخت

(۱۳۳)

ساقی قدحی که زانکه این خاک سرشت
خط بر سر ما مستی و عشق تو نوشت
معمور بود بشاهد و باده جهان
موجود بود بکوثر و حور بهشت

(۱۳۴)

از منزل کفر تا بدین یک نفس است
وز عالم شک تا بیقین یک نفس است
این یک نفس عزیز را خوش میدار
کز حاصل عمر ما همین یک نفس است

(۱۳۵)

آن لعل گران بها ز کانی دگر است
وان در یگانه را نشانی دگر است
اندیشهٔ این و آن خیال من و تست
افسانهٔ عشق را زبانی دگر است

(۱۳۶)

اسرار جهان چنانکه در دفتر ماست
گفتن نتوان که آن وبال سر ماست
چون نیست درین مردم دنیا اهلی
نتوان گفتن هر آنچه در خاطر ماست

(۱۳۷)

امروز که نوبت جوانی من است
می نوشم زانکه کامرانی من است
عیبش مکنید زانکه تلخ است خوش است
تلخ است از آنکه زندگانی من است

(۱۳۸)

ای دل چو زمانه می کند غمناکت
ناگه برود ز تن روان پاکت
بر سبزه نشین و خوش بزی روزی چند
زان پیش که سبزه بر دمد از خاکت

(۱۳۹)

جز حق حکمی که حکم را شاید نیست
هستی که ز حکم او برون آید نیست
هر چیز که هست آن چنان می باید
آن چیز که آن چنان نمی باید نیست

(۱۴۰)

چون لاله بنوروز قدح گیر بدست
با لاله رخی اگر ترا فرصت هست
می نوش بخور غصه که این چرخ کهن
ناگاه ترا چو خاک گرداند پست

(۱۴۱)

چون باد بدی شد آدم چابک چست
زان پیش که بیچاره تنم بود درست
از ضعف کنون چون نفس بیماران
می آیم و می روم و می ساکن و سست

(۱۴۲)

بس خون کسان که چرخ بیباک بریخت
بس گل که برآمد از گل و پاک بریخت
بر حسن و جوانی ای پسر غره مشو
بس غنچه ناشکفته بر خاک بریخت

ساقی قدحے کہ شمع دل درنگرفت ‏ تا و آتش می زندگی از سر نگرفت
آہ از می لعلت کہ بریں بادۂ ناب ‏ ہر کس کہ لبے نہاد لب بر نگرفت (۱۴۳)

ساقی عیش ست و مہ افروختہ است ‏ مے دہ کہ فلک نکتہ آموختہ است
دانی کہ اجل چو برق خرمن سوز ست ‏ تا در نگری خرمن ما سوختہ است (۱۴۴)

ساقی چہ کنم کہ دل کبابم زغمت ‏ مدہوش تر از مست شرابم زغمت
ہر چند کسے خرابیم شرح دہد ‏ باللہ کہ بیش از آں خرابم زغمت (۱۴۵)

سیم ارچہ نمایہ خردمند لنست ‏ بے سیمیاں را باغ جہاں زندانست
از دست تہی بنفشہ سر بر زانوست ‏ در کیسۂ زر دہان گل خنداں ست (۱۴۶)

ہر حرف ز عالی معانی عشق است ‏ ہر بیت قصیدۂ جوانی عشق است
ای آنکہ خبر نداری از عالم عشق ‏ این نکتہ بدانکہ زندگانی عشق است (۱۴۷)

طور یست کہ صد ہزار موسیٰ دیدست ‏ دیر یست کہ صد ہزار عیسیٰ دیدست
قصر یست کہ صد ہزار قیصر بگذشت ‏ طاقیست کہ صد ہزار کسریٰ دیدست (۱۴۸)

در میکدۂ عشق اجل اسم منست ‏ رندی و پرستیدن می قسم منست
من جان جہانم اندریں دیر مغاں ‏ ایں صورت کون جملگی جسم منست (۱۴۹)

در دہر مرا شراب و شاہد ہوس است ‏ نہ چشم و دلم منتظر پیش و پس است
در دل نہ ز ہشیاری و مستی خبرے ‏ مقصود من از ہر دو جہاں یکنفس است (۱۵۰)

در وادی عیب چوں دویدن ہوس است ‏ در عیب کساں نظر بریدن ہوس است
زینساں کہ من احوال جہاں می بینم ‏ دامن ز زمانہ در کشیدن ہوس است (۱۵۱)

گر بر فلکے بسخاک باز آرندت ‏ در بر سر نازی بہ نیاز آرندت
فی الجملہ بنہ تو جہل تا بتوانی ‏ آں زار مجوسے تا نیاز آرندت (۱۵۲)

در نائی قرابہ قلقل می چہ خوش است ‏ آواز سماع و نالۂ نے چو خوش است
در ہر بت دلفریب و در ہر می ناب ‏ فارغ ز غم زمانہ ہے ہے چہ خوش است (۱۵۳)

ساقی دل ما کہ دانۂ مہر تو کاشت ‏ مہر تو نہفتہ تا ابد خواہد داشت
دامن مفشاں ز ناز بر اہل نیاز ‏ کز دامن تو دست نخواہیم گذاشت (۱۵۴)

ساقی ز درت سفر نخواهیم گرفت
گر هم بکشی حذر نخواهیم گرفت
گیرم که ز خاک بر نگیرے سر ما (۱۵۵)
ما سر ز رهِ تو بر نخواهیم گرفت

ساقی به کرم گرفت یاقوت لب است
در آب خضر بجای آب عنب است
گر زهره بود مطرب و عیسے همدم (۱۵۶)
چون دل نه بجا بود چه جای طرب است

ساقی ز می که لعلت آن را ساقی ست
دل بر نکنم تا دمے از من باقی ست
مشتاقم از آن بدیدنت گستاخم (۱۵۷)
گستاخی من ز غایت مشتاقی ست

ساقی مه رخسار تو جان همه است
دلدار من ست و دلستان همه است
خورشید صفت نه مهر در آب خوش است (۱۵۸)
تنها نه از آن من که زان همه است

در عشق تو از ملامتم ننگے نیست
با بیخبران درین سخن جنگے نیست
آن شربت عاشقی همه مردان است (۱۵۹)
نامردان را ازین قدح رنگے نیست

گفتم که مگر درست باشد عهدت
بر قاعده سخت است باشد عهدت
کے دانستم که هیچ بنیاد جهان (۱۶۰)
ای نور دو دیده سست باشد عهدت

گفتم که سر زلف تو بس سرخور است
گفتا که تو تن بنه اگر سر خور است
گفتم روزے ز قامتت بر نخورم (۱۶۱)
گفتا که ز سرو کسی بر نخورد است

ما را گویند دوزخی باشد مست
قولیست خلاف دل درو نتوان بست
گر عاشق مست دوزخی خواهد بود (۱۶۲)
فردا بینی بهشت همچون کف دست

فاسق خوانند مرد مانم پیوست
من بے گنهم خیال شان بین که چه هست
بر من ز خلاف شرع ای اهل صلاح (۱۶۳)
جز خمر و لواطت و زنا چیزی هست

ده عقل و نه رواق و ز هشت بهشت
هفت اختر ام از شش جهت این نامه نوشت
کز پنج حواس چار ارکان و سه روح (۱۶۴)
ایزد بدو عالم چو تو یک کس نسرشت

سیر دو جهان از قدح مستان ست
خورشید ازل جام مے تابان است
این نکته که در قلب جهان پنهان است (۱۶۵)
در شیشه مے اگو بدانی آن ست

بر روی تو زلف افامت هوس است
سر فتنهٔ روم را قیامت هوس است
ز ابروی تو محراب نشین شد چه عجب (۱۶۶)
آن کافر مست را امامت هوس است

ساقی غم ما بلند آوازه شده است
سرمستی من برون زاندازه شده است
با موی سفید سرخوشم کز خط تو
پیرانه سرم بهار دل تازه شده است (۱۶۷)

ساقی بحیات چون کسی همبر نیست
در پیر بود به از می و ساغر نیست
می همدم ماست زانکه چون گرمی وی
در آب حیات و چشمهٔ کوثر نیست (۱۶۸)

ساقی نظری که دل زاندیشه تهی ست
شیران همه رفته اند سر بیشه تهی ست
هر شب ز حباب کف زدی شیشهٔ چرخ
امروز که دور ما بود شیشه تهی ست (۱۶۹)

ساقی رخت ز جام جمشید به است
مردن بر هت ز عمر جاوید به است
خاک قدمت که روز من روشن از وست
هر ذره ز صد هزار خورشید به است (۱۷۰)

ساقی که لبش مفرح یاقوت است
دل را غم او قوت و جان را قوت است
هر کس که نشد کشتهٔ طوفان غمش
در کشتی نوح زنده در تابوت است (۱۷۱)

ای ساقی از آن می که دل و دین منست
پر کن قدحی که جان شیرین منست
گر نیست شراب خوردن آئین شما
معشوقه بجام خوردن آئین منست (۱۷۲)

در هیچ سری نیست که اسراری نیست
دل را خبر از اندک و بسیاری نیست
هر طائفه روند راهی در پیش
الا ره عشق را که سالاری نیست (۱۷۳)

گل گفت چه از لقای من روی نیست
چندین ستم گلاب گر باوی چیست
بلبل بزبان حال با وی گفت
یک روز که خندید که سالی نگریست (۱۷۴)

بدنامی من ز عرش و کرسی بگذشت
وین عمر عزیز نیز از سی بگذشت
فی الجمله خوشی نیست اگر دست دهد
صد کاسه بیاپی که عروسی بگذشت (۱۷۵)

ساقی دل من ز مرده فرسوده تر است
کو زیر زمین ز من دل آسوده تر است
هر چند بجوی دیدهٔ دامن شویم
دامان ترم ز دیده آلوده تر است (۱۷۶)

ساقی حذر از غم تو ام آه که نیست
صبرم ز رخت حق است آگاه که نیست
مقصود منی و جز کس در دل من
واللّه که نیست ثم باللّه که نیست (۱۷۷)

ساقی دل من ز دست گر خواهد رفت
بحر است کجا ز خود بدر خواهد رفت
صوفی که چو ظرف تنگ از خویش پر است
یک جرعه اگر دهی بسر خواهد رفت (۱۷۸)

ساقی گل و سبزه بس طربناک شده است — دریاب که هفتهٔ دگر خاک شده است
می نوش و گلی بچین که تا درنگری — گل خاک شده است و سبزه خاشاک شده است (۱۷۹)

ساقی می کهنه یار دیرین من است — بی دختر رز عیش نه آئین من است
گر بنده که باده خوار را دین نیست — من باده خورم که باده خود دین من است (۱۸۰)

ساقی که هلاکم ز غمِ هجرانست — هرجا که روی دست من و دامانست
رفتند و هزار دل هلاک از غمِ تست — باز آ که صد هزار جان قربانست (۱۸۱)

در عالم بی وفا که منزلگه ماست — بسیار بجستیم لقبهاسی که مراست
چون روی تو ماه نیست روشن گفتم — چون قدِ تو سرو نیست بگویم راست (۱۸۲)

آن باده که قابلِ حیاتست بذات — گاهی حیوان می شود و گاه نبات
تا ظن نه بری که هست گردد هیهات — موصوف بذات تست گر هست صفات (۱۸۳)

عمریست که مداحی من در دهن است — اسباب مے هست هر چه در گرد من است
زاهد اگر استاد تو عقل است اینجا — خوش باش که استاد تو شاگرد من است (۱۸۴)

در مدرسه و صومعه و دیر و کنشت — ترسنده از دوزخ اند و جویای بهشت
آن کس که ز اسرار خدا با خبر است — زین تخم در اندرون دل هیچ نکشت (۱۸۵)

امروز که آئینه مراد در نام است — مے نوش بکن از قدح چه جای جام است
هر روز اگر یک قدح مے بخوری — امروز دو خور که عید الایام است (۱۸۶)

ترکیب طبائع چو بکام تو دمی است — تو شاد بکن از هر چه که هر دم غمی است
با اهل خرد نشین که اصل تن تو — گردی و شراری و نسیمی و نمی است (۱۸۷)

با مطرب و می حور سرشتی گر هست — یا رب روان و لب کشتی گر هست
به زین مطلب دوزخ فرسوده متاب — حقا که جز این نیست بهشتی گر هست (۱۸۸)

دنیا دیدی و هر چه دیدی هیچ است — وان نیز که گفتی و شنیدی هیچ است
سر تا سر آفاق دویدی هیچ است — وان نیز که در خانه خزیدی هیچ است (۱۸۹)

هیهات که این جسم مجسم هیچ است — وین دائره و سطح مجسم هیچ است
دریاب که در کشاکش موت و حیات — وابسته یک دمیم و آن هم هیچ است (۱۹۰)

(۱۹۱)
در عالم خاک پا شدم و رفت
صد دشمن و دوست بر نزا شدم و رفت
با چون و چرائی تو مرا کاری نیست
چند آنکه بد آشنی بما شدم و رفت

(۱۹۲)
می خور که بزیر گل بسی خواهی خفت
بی مونس و بی حریف و بی همدم و جفت
زنهار بکس مگو تو این راز نهفت
هر لاله که پژمرده نخواهد بشگفت

(۱۹۳)
می نوشم و مخالفان از چپ و راست
گویند مخور باده که دین را عداست
چون دانستم که می عدوی دین است
والله بخورم خون عدو را که رواست

(۱۹۴)
دوران جهان بی می و ساقی هیچ است
بی زمزمهٔ نای عراقی هیچ است
هرچند در احوال جهان می نگرم
حاصل همه عشرت است و باقی هیچ است

(۱۹۵)
ابر آمد و باز بر سر سبزه گریست
بی بادهٔ ارغوان نمی باید زیست
امروز که این سبزه تماشاگه ماست
تا سبزهٔ خاک ما تماشاگه کیست

(۱۹۶)
دریاب که از روح جدا خواهی رفت
در پردهٔ اسرار خدا خواهی رفت
می نوش ندانی ز کجا آمده
خوش باش ندانی که کجا خواهی رفت

(۱۹۷)
بر چهرهٔ گل شبنم نوروز خوش است
در صحن چمن روی دل افروز خوش است
از دی که گذشت هرچه گوئی خوش نیست
خوش باش ز دی مگو که امروز خوش است

(۱۹۸)
یزدان چو گل وجود ما را آراست
دانست ز فعل ما چه بر خواهد خاست
بی حکمش نیست هر گناهی که مراست
پس سوختن قیامت از بهر چه خواست

(۱۹۹)
بر لوح نشان بود و نهان بوده است
پیوسته قلم ز نیک و بد آسوده است
اندر تقدیر آنچه بایست بداد
غم خوردن و کوشیدن ما بیهوده است

(۲۰۰)
ترس اجل و بیم فنا هستی نیست
ورنه ز فنا هیچ بقا خواهد رست
من از دم عیسوی شدم زنده بجان
مرگ آمد و از وجود من دست بشست

(۲۰۱)
با هر بد و نیک راز نتوانم گفت
دارم سخنی دراز نتوانم گفت
عالی دارم که شرح نتوان دادن
رازی دارم که باز نتوانم گفت

(۲۰۲)
با باده نشین که ملک محمود این است
وز چنگ شنو که لحن داؤد این است
از آمده و رفته دگر یاد مکن
حالی خوش باش زانکه مقصود این است

گردون نگری ز عمر فرسوده ماست — جیحون اثری ز چشم پالوده ماست
دوزخ شرری ز رنج بیهوده ماست — فردوس دمی ز وقت آسوده ماست (۲۰۳)

در خواب بُدم مرا خردمندی گفت — کز خواب کسی را گل شادی نشگفت
کاری چه کنی که با اجل باشد جفت — برخیز که زیر خاک می باید خفت (۲۰۴)

چون چرخ بکام یک خردمند نگشت — خواهی تو فلک هفت شمر خواهی هشت
چون باید مرد و آرزوها همه هست — چه مور خورد بگور چه گرگ بدشت (۲۰۵)

شادی مطلب که حاصل عمر دمی است — هر ذره ز خاک کیقبادی و جمی است
احوال جهان و اصل این عمر که هست — خوابی و خیالی و فریبی و دمی است (۲۰۶)

این کهنه رباط را که عالم نام است — آرامگه ابلق صبح و شام است
بزمی است که وامانده صد جمشید است — قصریست که تکیه گاه صد بهرام است (۲۰۷)

بلبل چو بباغ ناله بر دست گرفت — می باید همچو لاله بر دست گرفت
زان پیش که مردمان مرا از سر جهل — گویند فلان پیاله بر دست گرفت (۲۰۸)

یارب تو کریمی و کریمی کرم است — عاصی ز چه رو برون ز باغ ارم است
با طاعتم ار ببخشی آن نیست کرم — با معصیتم اگر ببخشی کرم است (۲۰۹)

اکنون که گل سعادتت پربار است — دست تو ز جام می چرا بیکار است
می خور که زمانه دشمن غدار است — دریافتن روز چنین دشوار است (۲۱۰)

مهتاب بنور دامن شب بشگافت — می نور که دمی خوشتر ازان نتوان یافت
خوش باش و بیندیش که مهتاب بسی — اندر سر خاک یک بیک خواهد تافت (۲۱۱)

پیش از من و تو لیل و نهاری بوده است — گردنده فلک برای کاری بوده است
زنهار قدم بخاک آهسته بنه — کین مردمک چشم نگاری بوده است (۲۱۲)

از باد صبا دلم چو بوی تو گرفت — ما را بگذاشت جستجوی تو گرفت
اکنون ز منش هیچ نمی آید یاد — بوی تو گرفته بود خوی تو گرفت (۲۱۳)

آن قصر که بهرام درو جام گرفت — آهو بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور می گرفتی همه عمر — بنگر که چگونه گور بهرام گرفت (۲۱۴)

(۲۱۵)

با حکم خدا بجز رضا در نگرفت — با خلق بجز روی ریا در نگرفت

هر حیله که در تصور عقل آید — کردیم ولیک با قضا در نگرفت

(۲۱۶)

کم گوی که فضل حق بآسانی نیست — وز توبه بگوی کانچه میدانی نیست

چندین بپسر شکر لب و شیرین گو — چون توبه توان کرد مسلمانی نیست

(۲۱۷)

سحر ارخ نوروز ابر فروز بشست — این دهر شکسته دل نه نوگشت درست

بین سبز خطی و سبزه زاری و می — ای بی خبر اکه سبزه از خاک تو رست

(۲۱۸)

تا چند زنم بروی دریا ها خشت — نومید نیم چو بت پرستان زکنشت

امشب من و سیمبر جوانان کنشت — می خواهم و معشوق چه دوزخ چه بهشت

(۲۱۹)

هرگز رهی زعقل در دل بنگاشت — یک روز زعمر خویش ضایع نگذاشت

یا در طلب رضای یزدان کوشید — یا راحت جان گزید و ساغر برداشت

(۲۲۰)

ای وای بر آن دل که درو سوز نیست — سودا زدهٔ مهر دل افروزی نیست

روزی که تو بی عشق بسر خواهی برد — ضایع تر از آن روز ترا روزی نیست

(۲۲۱)

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست — تاریک دلم نور صفای تو کجاست

ما را تو بهشت اگر بطاعت بخشی — این بیع بود لطف و عطای تو کجاست

(۲۲۲)

تا کی زچراغ مسجد و دود کنشت — تا کی ز زیان دوزخ و سود بهشت

رو بر سر لوح بین که استاد قضا — اندر ازل آنچه بود بی بود نوشت

(۲۲۳)

هر دل که درو مایهٔ تجرید کم است — بیچاره همه عمر ندیم ندم است

جز خاطر فارغ که نشاطی دارد — باقی همه هرچه هست اسباب غم است

(۲۲۴)

در مجلس دهر ساز مستی پست است — نه چنگ و نه نای و نه دلم در دست است

رندان همه ترک می پرستی کردند — جز محتسب شهر که دائم مست است

(۲۲۵)

هر جا که گلی و لاله زاری بودست — از سرخی خون شهریاری بودست

هر شاخ بنفشه کز زمین میروید — خالیست که بر رخ نگاری بودست

(۲۲۶)

از ما رمقی بجز ساقی مانده است — در صحبت عمر بیوفا قی مانده است

از باده دوش یک می بیش نماند — از عمر ندانم که چه باقی مانده است

نفست بسگ خانه ماند راست — جز بانگ میان تهی او هیچ نخاست

روبه صفت است خواب خرگوش دهد — (۲۲۷) آشوب پلنگ دارد و گرگ و غاست

پرخون ز فراقت جگری نیست که نیست — شیدائی تو صاحب نظری نیست که نیست

با آنکه نداری سر سودای کسے — (۲۲۸) سودای تو در هیچ سری نیست که نیست

از آتش این طائفه جز دودی نیست — در هیچ کسم امید بهبودی نیست

دستے که ز دوست چرخ بر سر دارم — (۲۲۹) در دامن هر که میزنم سودی نیست

بیگانه اگر وفا کند خویش من است — ور خویش جفا کند بد اندیش من است

گر زهر موافقت کند تریاق است — (۲۳۰) ور نوش مخالفت کند نیش من است

تا چند ای غم جهان هیچ مسنج — بر دل منه از آمده و ز نا آمده رنج

خوش می خور و مے بخش درین دار سپنج — (۲۳۱) با خود نبری گرچه بسے داری گنج

گو مطرب و می تا بدهم داد صبوح — خوش وقت دلی که می کند یاد صبوح

ما را بجهان سه چیز می باید خوش — (۲۳۲) سرمستی و عاشقی و فریاد صبوح

ای عارض تو نهاده بر نسرین طرح — روی تو فگنده بر بتان چین طرح

دے غمزۂ تو داده شه بابل را — (۲۳۳) اسپ و رخ و فیل بیذق و فرزین طرح

چوں می گذرد عمر چه شیرین او چه تلخ — پیمانه چو پر شود چه بغداد و چه بلخ

مے نوش که بعد از من و تو ماه بسے — (۲۳۴) از سلخ بغره آید و از غره بسلخ

بنگر ز جهاں چه طرب بربستم هیچ — وز حاصل عمر چیست در دستم هیچ

شمع طربم و مے چو بنشستم هیچ — (۲۳۵) من جام جمم و لے چو بشکستم هیچ

قدر گل و مل باده پرستاں دانند — نے تنگدلاں و تنگدستاں دانند

از بیخبری بیخبراں معذوراند — (۲۳۶) ذوقیست درین باده که مستاں دانند

چوں رزق تو آنچه عدل قسمت فرمود — یک ذره نه کم شود نه خواهد افزود

آسوده ز هر چه نیست می باید شد — (۲۳۷) و آزاده ز هر چه هست می باید بود

آوردن من نبود گردوں را سود — وز بردن من جاه و جلالش نفزود

وز هیچ کسے نیز دو گوشم نشنید — (۲۳۸) کا وردن و بردن من از بهر چه بود

بوئے خوش گل بر چمن خاری ارزد — گر بادہ خوری ہم بخمارے ارزد
یاری کہ ازو ہزار جان تازہ شود — انصاف بدہ کہ انتظارے ارزد (۲۳۹)

آن کس کہ زمین و چرخ و افلاک نهاد — بس داغ کہ او بر دل غمناک نهاد
بسیار لب چو لعل و زلفین چو مشک — در طبل زمین و حقۀ خاک نهاد (۲۴۰)

خورشید کمند صبح بر بام افگند — کیخسرو روز بادہ در جام افگند
مے خور کہ منادی سحرگہ خیزان — آوازہ زسر تو در ایام افگند (۲۴۱)

دستے چو منے کہ جام و ساغر گیرد — حیف است کہ آن دفتر منبر گیرد
تو زاہد خشکی و منم فاسق تر — آتش نشنیدہ ام کہ در تر گیرد (۲۴۲)

زان پیش کہ نام تو ز عالم برود — مے خور کہ چو مے رسد بدل غم برود
بگشای سر زلف بتے بند ز بند — زان پیش کہ بند بندت از ہم برود (۲۴۳)

در ملک تو از طاعت ما ہیچ فزود — وز معصیتے کہ ہست نقصانے بود
بگذار و مگیر زانکہ معلوم شد — گیرندۂ دیرے و گذارندۂ زود (۲۴۴)

چون رزق تو آنچہ عدل قسمت فرمود — یک ذرہ نہ کم شود و نخواہد افزود
آسودہ ز ہر چہ ہست می باید شد — آزادہ ز ہر چہ ہست مے باید بود (۲۴۵)

جانم بفدائے آنکہ او اہل بود — سر در قدمش اگر نہم سہل بود
خواہی کہ بدانی بہ یقین دوزخ بود — دوزخ بجہان صحبت نا اہل بود (۲۴۶)

آنہا کہ کہن شدند آنہا کہ نوند — ہر یک بمراد خویش یک یک برسند
این سفلہ جہان بکس نماند جاوید — رفتند و روند دیگر آیند و روند (۲۴۷)

دل چراغی ست کہ نور از رخ دلبر گیرد — ور نمیرد ز غمش زندگی از سر گیرد
صفت شمع و پروانہ ولے باید گفت — کین حدیث ست کہ با سوختگان در گیرد (۲۴۸)

مے گرچہ حرام ست ولے تا کہ خورد — انگاہ چہ مقدار و دگر با کہ خورد
ہرگاہ کہ این سہ شرط شد راست بگو — پس مے نخورد مردم دانا کہ خورد (۲۴۹)

آنہا کہ فلک دیدہ و دہر آرایند — آیند و روند و باز با دہر آیند
در دامن آسمان و در زیر زمین — خلقے ست کہ تا خدای دہر آسایند (۲۵۰)

این قافلهٔ عمر عجب میگذرد — دریاب دمے که با طرب میگذرد
ساقی غمِ فردای حریفان چه خوری — در ده قدح باده که شب میگذرد (۲۵۱)

هر چشم تو ار چه عاشقان بکرایند — بکرای بدانکه عاقلان بکرایند
بر پائے نصیب خویش کیت هر پایند — بسیار چو تو شدند و بسیار آیند (۲۵۲)

پوشیده مرقعه اند این خامے چند — نارفته رهِ صدق و صفا گامی چند
بگرفته ز طاعات الف لامے چند — بدنام کنندهٔ نکونامے چند (۲۵۳)

آن کس که گنه بنزدِ او سهل بود — این نکته بگو بدار که او اهل بود
علمِ ازلی علت عصیان کردن — نزدیک حکیم غایت جهل بود (۲۵۴)

سر همه دانائے فلک میدانند — کو موی بموی رگ برگ میدانند
گیرم که برزق خلق را الف ربی — با او چه کنی که یک بیک میدانند (۲۵۵)

چون کار نه بر مراد ما خواهد بود — اندیشهٔ جهد ما کجا دارد سود
پیوسته نشسته ایم در حیرت آنکه — در آمده ایم و رفت می باید زود (۲۵۶)

این چرخ جفا پیشه دغائے بنیاد — هرگز گره بستهٔ کس را نگشاد
هر جا که یکے دید که داغے دارد — داغے دگرش بر سر آن داغ نهاد (۲۵۷)

آن مرد نیم کز عدمم بیم آید — کان نیم مرا خوشتر ازان نیم آید
جان است مرا بعاریت داده خدا — تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید (۲۵۸)

از واقعهٔ ترا خبر خواهم کرد — وان را بدو حرف مختصر خواهم کرد
با عشق تو در خاک فرو خواهم شد — با مهر تو سر ز خاک بر خواهم کرد (۲۵۹)

عاقل غم و اندیشهٔ لاشے نخورد — جز جامِ لبالب و پیاپے نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد — خاکش بسر آنکه غم خورد می نخورد (۲۶۰)

کم کن طمع از جهان و می زی خرسند — وز نیک و بد زمانه بگسل پیوند
می بر کف و زلف دلبرے گیر که زود — هم بگذرد و نماند این روزی چند (۲۶۱)

در عالمِ جان بهوش می باید بود — در کار جهان خموش می باید بود
تا چشم و زبان و گوش بر جا باشد — بے چشم و زبان و گوش می باید بود (۲۶۲)

این کوزه گران که دست در گل دارند — عقل و خرد و هوش بر آن بگمارند
مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند — (۲۶۳) خاکے بدهان است چه می پندارند

لب بر لب کوزه هیچ دانی مقصود — یعنے لب من نیز چو لبهائے تو بود
آخر چو وجود من نماند موجود — (۲۶۴) لبهات چنین شود و لب بریان دود

شب نیست که عقل در تحیر نشود — وز گریه کنار من پُر از دُر نشود
پُر مے نشود کاسهٔ سر از سودا — (۲۶۵) آں کاسه که سرنگوں بود پُر نشود

آنہا که محیط فضل و آداب شدند — در کشف دقیقه شمع اصحاب شدند
ره زیں شب تاریک نبردند بروں — (۲۶۶) گفتند فسانهٔ و در خواب شدند

آنہا که اسیر عقل و تمیز شدند — در حسرت هست و نیست ناچیز شدند
رو با خبراں تو آب انگور گزیں — (۲۶۷) کایں بیخبراں بغوره مویز شدند

پیرے سر رائے بے صوابے دارد — گلنار رخم برنگ و آبے دارد
بام و در چار رکن دیوار وجود — (۲۶۸) ویران شد و روی در خرابے دارد

ایں عقل که در ره سعادت پوید — روزی صد بار خود ترا مے گوید
دریاب تو ایں یکدمه صحبت که نه — (۲۶۹) آں تره که بدروے و آخر روید

تا بوده دلم ز عشق محروم نشد — کم بود ز اسرار که مفهوم نشد
اکنوں که همی بنگرم از روی خرد — (۲۷۰) معلوم شد که هیچ معلوم نشد

تا برده بصبح در طلب شامے چند — بنهاده بروں ز خویشتن گامے چند
در کسوت خاص آمده از عامے چند — (۲۷۱) بدنام کنندهٔ نکو نامے چند

امشب می جام یک منی خواهم کرد — خود را بدو جام مئے غنی خواهم کرد
اوّل سه طلاق عقل و دیں خواهم گفت — (۲۷۲) پس دختر رز را بزنی خواهم کرد

تا چند اسیر رنگ و بو خواهی شد — چند از پی هر زشت و نکو خواهی شد
گر چشمهٔ زمزمی و اگر آب حیات — (۲۷۳) آخر بدل خاک فرو خواهی شد

آں کاسه گرے که کاسهٔ سر وا کرد — در کاسه گری صنعت خود پیدا کرد
بر خوان وجود ما کنوں کاسه نهاد — (۲۷۴) واں کاسهٔ سرنگوں ترا رسوا کرد

اجرام که ساکنان این ایوانند — اسباب تردد خردمندانند
هان تا سر رشتهٔ خرد گم نکنی — کانان که مدبرانند سرگردانند (۲۷۵)

هر صبح که روی لاله شبنم گیرد — بالای بنفشه در چمن خم گیرد
زانصاف مرا ز غنچه خوش می آید — کو دامن خویشتن فراهم گیرد (۲۷۶)

وقتیست که از سبزه جهان آرایند — موسی صفتان ز شاخ کف بنمایند
عیسی نفسان ز خاک بیرون آیند — در چشم سحاب دیده ها بگشایند (۲۷۷)

در دهر هر آنکه نیم نانی دارد — وز بهر نشست آستانی دارد
نی خادم کس نه مخدوم کسی — گو شاد بزی که خوش جهانی دارد (۲۷۸)

گردون ز زمین هیچ گلی بر نارد — کش نشکند و باز بگل نسپارد
گر ابر چو آب و خاک را بردارد — تا حشر همه خون عزیزان بارد (۲۷۹)

زان سر بگلی که پیر دهقان دارد — پر کن که دلم میل فراوان دارد
از سر گل آرزو بدر کن که جهان — در زیر گل آرزو فراوان دارد (۲۸۰)

روزی که جزای هر صفت خواهد بود — قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
در حسن صفت کوش که در روز جزا — حشر تو بصورت صفت خواهد بود (۲۸۱)

با این دو سه نادان که چنان می دانند — از جهل که دانای جهان ایشانند
خوش باش که زخری ایشان بمثل — هر کو نه خراست کافرش می دانند (۲۸۲)

زان پیش که غمهات شبیخون آرند — فرمای که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نهٔ ای غافل نادان که ترا — در خاک نهند و باز بیرون آرند (۲۸۳)

چون مرده شوم خاک مرا گم سازند — احوال مرا عبرت مردم سازند
پس خاک و گلم بباده آغشته کنند — وز کالبدم خشت سر خم سازند (۲۸۴)

قومی زگزاف در غرور افتادند — قومی ز پی حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بردارند — کز کوی تو دور دور دور افتادند (۲۸۵)

توبه نکند هر که شباتش باشد — از باده که چون آب حیاتش باشد
اندر رمضان اگر کسی توبه کند — بارے زنماز ها نجاتش باشد (۲۸۶)

مے باید خورد و کام دل باید راند — در دل نتواں درخت اندوه نشاند
(۲۸۷) همواره کتاب صرف می باید خواند — پیداست که چند در جهاں خواهی ماند

هرگه که طلوع صبح ازرقی باشد — باید که بکف جام مروّق باشد
(۲۸۸) گویند که با افواه که مے تلخ بود — شاید که بهر حال که مے حق باشد

از بادهٔ شب اگر خمارم نبود — مے خوردن روز اختیارم نبود
(۲۸۹) گفتی بکن اختیار می خوردن روز — در خوردن روز بخت یارم نبود

در دهر چو آوازهٔ گل تازه دهند — فرمائے پیالهٔ مے باندازه دهند
(۲۹۰) از دوزخ و زبهشت و زحور و قصور — فارغ بنشیں که آں خو آوازه دهند

گویند که فردوس بریں خواهد بود — آنجا مئے ناب و حور عین خواهد بود
(۲۹۱) گر ما مئے و معشوق گزیدیم چه باک — چوں عاقبت کار چنیں خواهد بود

امروز که توسن فلک زین کردند — آرایش مشتری و پرویں کردند
(۲۹۲) ایں بود نصیب ما ز دیوان قضا — ما را چه گنه قسمت ما ایں کردند

آنها که کشندهٔ شراب نابند — و آنها که بشب مدام در محرابند
(۲۹۳) بر خشک یکے نیست همه در آبند — بیدار یکے است دیگر در خوابند

مے خور که سمن بسے مسما خواهد شد — خوش زی که سهی بسے سها خواهد شد
(۲۹۴) بر طرف چمن ز زندگانی بر خور — زیرا که چمن بسے چو ما خواهد شد

شب نیست که آهِ من بجوزا نرسد — و ز گریهٔ من سیل بدریا نرسد
(۲۹۵) گفتی که بتو باده خورم پس فردا — شاید که مرا عمر بفردا نرسد

باراں چو باتفاق میعاد کنید — خود را بجمال یکدگر شاد کنید
(۲۹۶) ساقی چو مے مغانه در کف گیرد — بیچاره فلاں را بدعا یاد کنید

روزیست خوش و هوا نه گرم است نه سرد — ابر از رخ گلزار همے شوید گرد
(۲۹۷) بلبل بزباں پهلوی با گل زرد — فریاد همے زند که مے باید خورد

عمرت تا کے بخود پرستی گذرد — یا در پے نیستی و هستی گذرد
(۲۹۸) می خور که چنیں عمر که غم در پے اوست — آں به که بخواب یا بمستی گذرد

مے خور که تنت بخاک در ذره شود
خاکت پس از آں پیاله و خمره شود
از دوزخ و از بهشت فارغ می باش
غافل بچنیں عمر چرا غره شود
(۲۹۹)

عشقے که مجازی بود آبش نبود
چوں آتش نیم مرده تابش نبود
عاشق باید که سال و ماه و شب و روز
آرام و قرار و خورد و خوابش نبود
(۳۰۰)

ایزد به بهشت وعده با ما مے کرد
پس در دو جهاں حرام می را کی کرد
شخصے ز عرب ناقۂ خمره پے کرد
پیغمبر ما حرام مے بروے کرد
(۳۰۱)

اکنوں که ز خوشدلی بجز نام نماند
امروز که در دست بجز جام نماند
دست طرب از ساغر مے باز مگیر
یک همدم پخته جز مے خام نماند
(۳۰۲)

گویند بهشت و حور و کوثر باشد
و آنجا مے ناب و شهد و شکر باشد
یک جام بده ز باده ام ای ساقی
نقدے ز هزار نسیه بهتر باشد
(۳۰۳)

آں قوم که در مقام تمکیں رفتند
باخر کار جمله مسکیں رفتند
مسکیں مسکیں بمرگ هم مے گفتند
و آں طائفه کاندر رهِ تمکیں رفتند
(۳۰۴)

در راه چنیں رو که سلامت نکنند
با خلق جهاں زی که قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چناں رو که ترا
در پیش نخوانند و امامت نکنند
(۳۰۵)

در راهِ خرد بجز خرد را مپسند
چوں هست رفیق نیک بد را مپسند
خواهی که همه جهاں ترا بپسندند
می باش بخوشدلے و خود را مپسند
(۳۰۶)

خواهی که ترا رتبت اسرار رسد
مپسند که کس را ز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور
کیں هر دو بوقت خویش ناچار رسد
(۳۰۷)

در چرخ بانواع سخنها گفتند
ایں بے خبراں گوهر دانش سفتند
واقف چو نگشتند بر اسرارِ فلک
اول زنخے زدند و آخر خفتند
(۳۰۸)

ایں خلق همه خراں با افسوسند
پر مشعله و میاں تهی چوں کوسند
خواهی که کفِ پائے ترا می بوسند
خوش نام بزی که بندۂ ناموسند
(۳۰۹)

مے نوش که تا غمِ نهادت برود
شغل دو جهاں جمله ز یادت برود
رو آتش تر گزیں که ایں آبحیات
آنگه که بسوے خاک ز یادت برود
(۳۱۰)

(۳۱۱)
مے خور کہ ز تو قلت و کثرت ببرد — و اندیشۂ ہفتاد و دو ملت ببرد
پرہیز مکن ز کیمیائے کہ ازو — یک جرعۂ مے ہزار علت ببرد

(۳۱۲)
چوں شاہد روح خانہ پرداز شود — ہر چیز باصلِ خویش باز شود
ایں سازہ بود را با بریشم طبع — از زخمۂ روزگار بے ساز شود

(۳۱۳)
گویند کہ آں کساں کہ با پرہیز اند — زاں ساں کہ بمیرند بداں ساں خیزند
ما با مے و معشوق از انیم مقیم — تا بو کہ بحشر آں چناں انگیزند

(۳۱۴)
ایں ہمنفساں مرا بمی قوت کنند — ویں چہرۂ کہربا چو یاقوت کنند
چوں فوت شوم بمے بشوئید مرا — وز چوب رزم تختہ تابوت کنند

(۳۱۵)
اندیشۂ جرمم چو بخاطر گذرد — از آتش سینہ یم از سر گذرد
لیکن شرطے است بندہ چوں توبہ کند — مخدوم بلطف از سر آں درگذرد

(۳۱۶)
یک جام ہزار مرد با دیں ارزد — یک جرعۂ مے بمملکت چیں ارزد
در روئے زمیں چیست ز بادہ خوشتر — تلخی کہ ہزار جان شیریں ارزد

(۳۱۷)
چوں عشق ازل بود مرا انشا کرد — بر من ز نخست درس عشق املا کرد
وانگاہ قراضۂ زر قلب مرا — مفتاح خزائن در معنے کرد

(۳۱۸)
در میکدہ جز بمے وضو نتواں کرد — واں نام کہ زشت شد نکو نتواں کرد
خوش باش کہ ایں پردۂ مستوری ما — بدریدہ چناں شدہ کہ رفو نتواں کرد

(۳۱۹)
آنہا کہ اساس کار بر زرق نہند — آئینہ میان جان و تن فرق نہند
بر فرق نہم سبوی می من پس ازیں — کہ ہمچو خروس ارہ بر فرق نہند

(۳۲۰)
عید آمد و کار را نکو خواہد کرد — ساقی مے ناب در سبو خواہد کرد
افسار نماز پوز بند روزہ — عید از سر ایں خراں فرو خواہد کرد

(۳۲۱)
بگذار کہ غصہ در حصارت گیرد — و اندوہ محال روزگارت گیرد
مے خور بکنار سبزہ و آب رواں — زاں پیش کہ خاک در کنارت گیرد

(۳۲۲)
گویند بحشر گفتگو خواہد بود — واں یار عزیز تند خو خواہد بود
از خیر مگر بجز نکوئے ناید — خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

خوش باش که ماه نو عید خواهد شد
نی کار کسی بکار او خواهد شد
ای ساقی اگر باده دهی ورنه دهی
میدان کو سر جمله فرو خواهد شد (۳۲۳)

در وقت اجل چو کارم آماده کنند
در بستر خاکم چو نخ ساده کنند
مد خاک لحد چو خشت خواهند نهاد
زنهار که آب و گلش از باده کنند (۳۲۴)

گر یک نفست ز زندگانی گذرد
مگذار که جز بشادمانی گذرد
زنهار که سرمایهٔ این ملک جهان
عمر است چنان کش گذرانی گذرد (۳۲۵)

دادم باامید روزگاری بر باد
نابوده ز روزگار خود روزی شاد
زان میترسم که روزگارم ندهد
چندانکه ز روزگار بستانم داد (۳۲۶)

یک روز فلک کار مرا ساز نکرد
هرگز سوی من دمی خوش آواز نکرد
یکدم نفسی از سر شادی نزدم
کان روز که صد در غمم باز نکرد (۳۲۷)

می باید بود و می باید بود
سر تا قدم بدرد می باید بود
دایم سبقی ز عشق می باید خواند
در کوچهٔ دوست گرد می باید بود (۳۲۸)

مسکین تن من که در غریبی فرسود
آوازه ز خانمان نمیدارد سود
عمرم بگذشت و یکزمان شاد نبود
تا عاقبتم اجل کجا خواهد بود (۳۲۹)

آورد باضطرابم اول بوجود
جز حیرتم از حیات چیزی نفزود
رفتیم باکراه و ندانیم چه بود
زین آمدن و بودن و رفتن مقصود (۳۳۰)

آنها که بفکر در معنی سفتند
در ذات خداوند سخنها گفتند
سر رشتهٔ اسرار ندانست کسی
اول زنخی زدند و آخر خفتند (۳۳۱)

آنها که خلاصهٔ جهان انسانند
بر اوج فلک براق همت رانند
در معرفت ذات تو مانند فلک
سرگشته و سرنگون و سرگردانند (۳۳۲)

از می طرب و نشاط و مردی خیزد
در جمع کتب خشکی و سردی خیزد
رو باده بخور که سرخرو خواهی شد
از خوردن سبزه روی زردی خیزد (۳۳۳)

بیمارم و تب در استخوانم دارد
با خوردن می قصد بجانم دارد
وین طرفه نگر که هر چه درمانی
جز باده خورم همه زیانم دارد (۳۳۴)

(۳۳۵)
بر روی نکوی و لب جوی و لب ورد
تا بتوانم عیش و طرب خواهم کرد
تا بوده ام و باشم و خواهم بودن
مے خورده ام و میخورم و خواهم خورد

(۳۳۶)
خوش باش که غصه بیکران خواهد بود
بر چرخ قران اختران خواهد بود
خشتی که ز قالب خواهند زدن
ایوان و سرائے دیگران خواهد بود

(۳۳۷)
ماه رمضان چنانکه امسال آمد
بر پائے خرد بندگران حال آمد
اے بار خدائے خلق را غافل ساز
چندانکه گمان کنند شوال آمد

(۳۳۸)
این جمع اکابر که مناصب دارند
از غصه و غم ز جان خود بیزارند
وانکس که اسیر حرص چون ایشان نیست
این طرفه که آدمیش مے نشمارند

(۳۳۹)
افسوس که نامهٔ جوانی طے شد
وین تازه بهار شادمانی طے شد
وان مرغ طرب که نام او بود شباب
فریاد کے آمد و ندانم کے شد

(۳۴۰)
مے خوارہ اگر غنی بود عور شود
وز عربده اش جهان پر از شور شود
در حقهٔ لعل از آن زمرد ریزم
تا دیده افعی غمم کور شود

(۳۴۱)
هر لذت و راحتے که خلاق نهاد
از بهر مجردان آفاق نهاد
هر کس ز طلاق منقلب گشت بجفت
آسائش خود بهر دو بر طاق نهاد

(۳۴۲)
فردا الم فراق طے خواهد شد
با طالع سعد قصد مے خواهد شد
معشوقه موافق ست و ایام بکام
اکنون بکنم نشاط کے خواهد شد

(۳۴۳)
موجود حقیقی بجز انسان نبود
بر فهم کسے این سخن آسان نبود
یک جرعه ازین شراب عشق می کش
تا خلق خدا پیش تو یکسان نبود

(۳۴۴)
چون نیست درین زمانه سودی ز خرد
جز بیخرد از زمانه بر مے نخورد
پیش آر از آنکه او خرد را ببرد
تا بو که زمانه سوئے ما بر نگرد

(۳۴۵)
پیوسته خرابات ز رندان خوش باد
در دامن زهد زاهدان آتش باد
آن دلق بصد پاره و آن صوف کبود
افگنده بزیر پای دردی کش باد

(۳۴۶)
در دهر کسے بگلعذارے نرسید
تا بر دلش از زمانه خاری نرسید
در شانه نگر که تا بصد شاخ نشد
دستش بسر زلف نگاری نرسید

۳۴۷

در سر هوس بتان چون حورم باد
بر دست همیشه آب انگورم باد
گویند کسان مرا خدا توبه دهاد
او خود ندهد من نکنم دورم باد

(۳۴۸)

از آب عدم تخم مرا کاشته اند
از آتش غم روح من افراشته اند
سرگشته چو باد میدوم گرد جهان
تا خاک من از چه جای برداشته اند

(۳۴۹)

قومی که بخواب مرگ سر باز نهند
تا حشر ز قال و قیل خود باز رهند
تا کے گوئی خبر کسے باز نداد
وز بیخبرے از چه خبر باز دهند

(۳۵۰)

ماه رمضان برفت شوال آمد
هنگام نشاط و عیش و قوال آمد
اُمید که آنکه خیکها اندر دوش
گویند که پشت پشت حمال آمد

(۳۵۱)

توبه مکن از مے اگرت مے باشد
صد تائب بادغات و پے باشد
گل جامه دران و بلبلان نعره زنان
در وقت چنین توبه روا کے باشد

(۳۵۲)

تا یار شراب جان فزایم ندهد
صد بوسه فلک بر سر و پایم ندهد
گویند که توبه کن اگر وقت آید
چون توبه کنم اگر خدایم ندهد

(۳۵۳)

کس را پس پردهٔ قضا راه نشد
وز سر خدا هیچ کس آگاه نشد
هر کس ز قیاس خویش چیزے گفتند
معلوم نگشت و قصه کوتاه نشد

(۳۵۴)

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد
ور کوزه شکسته مے آبے سرد
مامور کسے دگر چرا باید بود
تا خدمت چون خودی چرا باید کرد

(۳۵۵)

چندان مرو این ره که دوئی برخیزد
گر نیست دوئی ز رهروی برخیزد
تو او نشوی ولیک گر جهد کنی
جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(۳۵۶)

با مے بکنار جوے مے باید بود
از عرصه کنار جوی مے باید بود
این نزهت عمر ما چو گل دو روز است
خندان لب و تازه روی می باید بود

(۳۵۷)

طبعم همه با روی چو گل می خندد
دستم همه با ساغر و مل پیوندد
از هر جزوے نصیب خود بردارم
زان پیش که جزوها بگل پیوندد

(۳۵۸)

تا زهره و مه بر آسمانند پدید
بهتر ز مے لعل کسے هیچ ندید
من در عجبم که می فروشان کالیشان
به زانکه فروشند چه خواهند خرید

چیزی که بقدر سر و روی می سازد پیوسته همه کار عدو می سازد

گویند قرابه گر مسلمان نبود آن را تو شکن گو که کدو می سازد (۳۵۹)

گویند که ماه روزه نزدیک رسید من بعد بگرد باده نتوان گردید

در آخر شعبان بخورم چندان می کاندر رمضان مست بخسپم تا عید (۳۶۰)

گر یار من اند ترک طاعات کنند غمهای مرا همه مکافات کنند

چون در گذرم ز خاک من خشت کنند در رخنهٔ دیوار خرابات کنند (۳۶۱)

آنها که جهان زیر قدم فرسودند واندر طلبش هر دو جهان پیمودند

آگاه نمی شوم که ایشان هرگز زین حال چنانکه هست آگه بودند (۳۶۲)

آن خاک مرا بقالب آمیخته اند بس فتنه که از خاک برانگیخته اند

من بهتر ازین نمی توانم بودن کز بوته مرا چنین برون ریخته اند (۳۶۳)

من می خورم و هر که چو من اهل بود می خوردن من بنزد او سهل بود

می خوردن من حق با زل میدانست گر می نخورم علم خدا جهل بود (۳۶۴)

گر مشکل اسرار ازل را بگشاد کس یک قدم از نهاد بیرون ننهاد

من می نگرم ز مبتدی تا استاد عجز است بدست هر که از مادر زاد (۳۶۵)

از منزل عمر پاک می باید شد در دست اجل هلاک می باید شد

ای ساقی مه لقا تو خوش خوش ما را آبی در ده که خاک می باید شد (۳۶۶)

سودازده را باده پر و بال بود می بر رخ خاتون خرد خال بود

ماه رمضان باده نخوردیم و گذشت بارے شب عید از مه شوال بود (۳۶۷)

بدخواه کسان هیچ بمقصد نرسد یک بد نکند تا بخودش صد نرسد

من نیک تو خواهم تو خواهی بد من تو نیک نه بینی و بمن بد نرسد (۳۶۸)

سودی تو درین ترم چو گردی که خورند دانش چه شمری که از تو دانش نخرند

سالے بیکبار آب جویت ندهند روزے صد بار آبرویت ببرند (۳۶۹)

خرم دل آن کسے که معروف نشد در جبه و در زاعه و در صوف نشد

سیمرغ صفت بعرش پروازی کرد در کنج خرابهٔ جهان بوم نشد (۳۷۰)

افسوس که سرمایه ز کف بیروں شد — در دست اجل بسے جگرہا خوں شد

(۳۷۱) کس نامد ازاں جہاں که تا پرسم ازو — کاحوال مسافران عالم چوں شد

فردا که نصیب نیک بختاں بخشند — قسمے بمن رند پریشاں بخشند

(۳۷۲) گر نیک آیم مرا از ایشاں شمرند — ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

آنہا که بکار عقل وسعے کوشند — افسوس که جمله گاؤ را میدوشند

(۳۷۳) آں به که لباس ابلہی درسے کوشند — کامروز به عقل تیره مے بفروشند

طبعم به نماز و روزه چوں مائل شد — گفتم که مراد کلیم حاصل شد

(۳۷۴) افسوس که ایں وضو بباد ے بشکست — واں روزه به نیم جرعه مے باطل شد

ہر جرعه که ساقیش بخاک افشاند — در دیده من آتش غم بنشاند

(۳۷۵) سبحان الله تو باده مے پنداری — آبیکه ز صد درد دلت برہاند

چوں دست به اماں ہوس مے نرسد — چاہے براو دل بکس می نرسد

(۳۷۶) در دہ قدحے درد که جام صافی — ایں شیشه فیروزه بکس مے نرسد

خطیکه ز روئے یار برخاسته شد — تو ظن نبری که حسن او کاسته شد

(۳۷۷) در باغ رخش بہر تماشاگه جان — گل بود و بنفشه نیز آراسته شد

خوں از دل افگار بروں مے آید — وز دیده خونبار بروں مے آید

۳۷۸ گر خوں بچکد از مژه ام نیست عجب — زیرا که گل از خار بروں مے آید

اندر ره عشق جمله صافاں دردند — واندر طلبش جمله بزرگاں خرداند

(۳۷۹) امروز شب و روز ز فردا ایں است — فردا طلبان در غم فردا مردند

بر من قلم قضا بے من رانند — پس نیک و بدش چرا ز من میدانند

(۳۸۰) دی بی من و امروز چو دی بے من و تو — فردا بچه حجتم به داور خوانند

دشمن که مرا ہمیشه بد مے بیند — حقا که نه از روئے شعور مے بیند

(۳۸۱) در آئینه درون خود مے نگرد — آں صورت مرده رنگ خود مے بیند

مے جامه عمر کہنه نو خواہد شد — نے سر جہاں بکام تو خواہد شد

(۳۸۲) مے خور لب جو و کوزه اندوه مخور — کیں کوزه چو بشکند سبو خواہد شد

با مردم نیک و بد نمی باید بود — در بادیه دیو و دد نمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید بود — مغرور بفضل خود نمی باید بود (۳۸۳)

زلفین تو با مشک ختن بازی کرد — با لعل لب تو روح دمسازی کرد
بالائے ترا بسرو نسبت کردم — زاں روز سهی سرو سرافرازی کرد (۳۸۴)

زاں پیش که گوری زمن آگنده شود — واجزای مرکب پراگنده شود
ای باده سراز گور صراحی بردم — باشد که دل مردهٔ من زنده شود (۳۸۵)

رفتیم ز ما زمانه آشفته بماند — با آنکه ز صد گهر یکے سفته نماند
افسوس که صد هزار معنی دقیق — از بیخبری خلق ناگفته نماند (۳۸۶)

آناں که بکهنه نمدے موصوف اند — دائم بکفے نیک دوناں موقوف اند
گویند که شبلی و جنیدیم همه — شبلی نه ولی ور کرخی معروف اند (۳۸۷)

گر باده بکوه در دهی رقص کند — ناقص بود آنکه باده را نقص کند
از باده مرا توبه چه مے فرمائی — روحیست که او تربیت شخص کند (۳۸۸)

یاران موافق همه از دست شدند — در پائی اجل یگاں یگاں پست شدند
بودند بیک شراب در مجلس عمر — دوری دو سه پیشتر ز ما مست شدند (۳۸۹)

مے خواهم خورد تا که جانم باشد — گر سود جهاں جمله زیانم باشد
ای جان جهاں دریں جهاں خوش بزیم — من کے دانم که آں جهانم باشد (۳۹۰)

ساقی علم سیاه شب صبح ربود — برخیز و بده مغانه را در ده زود
بکشای رهم دو نرگس خواب آلود — برخیز که خفتنت بسے خواهد بود (۳۹۱)

سودائے ترا بهانه بس باشد — مستانه ترا ترانه بس باشد
در کشتن ما چرا کشد چشم چو تیغ — ما را سر تازیانه بس باشد (۳۹۲)

گویند که مرد را هنر می باید — یا نسبت عالی پدرے باید
امروز چناں شده است در نوبت ما — کینها همه هیچ هست زرمی باید (۳۹۳)

خوش باش که عالم گذراں خواهد بود — روح از پی تن نعره زناں خواهد بود
ایں کاسهٔ سر ها که تو بینی یک چند — زیر قدم کوزه گراں خواهد بود (۳۹۴)

من دامن زهد و توبه طی خواهم کرد
با موی سفید قصد می خواهم کرد
پیمانهٔ عمر من به هفتاد رسید
این دم نکنم نشاط کی خواهم کرد (۳۹۵)

همدست من تشنه بجامی نرسید
هم پای تمنا بمقامی نرسید
وان دل که بماند بود ورنا کامی
هم عاقبت الامر بکامی نرسید (۳۹۶)

غم خوردن بیهوده کجا دارد سود
کین چرخ فلک بسی چو ما کشت و درود
پر کن قدحی بکفم بر نه زود
تا نوش کنم که بودنیها همه بود (۳۹۷)

یک جرعهٔ می ملک جهان می ارزد
خشت سر خم هزار جان می ارزد
آن کهنه که لب بی او پاک کنند
حقا که هزار طیلسان می ارزد (۳۹۸)

آنگه که نهال عمر بر کنده شود
واجزام زیکدگر پراگنده شود
در زانکه صراحی کنند از گل ما
حالی که پر از باده کنی زنده شود (۳۹۹)

آن قوم که سجاده پرستند خراند
زیرا که بزیر بار سالوس دراند
وین از همه طرفه تر که در دیدهٔ زهد
اسلام فروشند و ز کافر بتراند (۴۰۰)

شادی بکن که آن و حال خواهد بود
جسم همه در خاک نهان خواهد بود
تو باده خور و غم جهان هیچ مخور
خود غم خورد آنکه در جهان خواهد بود (۴۰۱)

اسرار ازل باده پرستان دانند
قدر می و جام تنگدستان دانند
گر چشم تو حال من بدانند نه عجب
شک نیست که حال مست مستان دانند (۴۰۲)

پیرانه سرم عشق تو در دام کشید
ورنه ز کجا دست من و جام نبید
آن توبه که عقل داد جانان بشکست
وان جامه که صبر دوخت ایام درید (۴۰۳)

با سفله مشو خوی بی عقل و وقار
زنهار مخور باده که رنج آرد بار
بدمستی و شور و عربده شام رشب عیش
وردسر و عذر خواهیش روز شمار (۴۰۴)

چون نیست ترا جز آنکه او داد قرار
چندین ز پی مراد دل رنجه مدار
هان تا ننهی بر دل خود چندین بار
بگذشتن و بگذاشتنت آخر کار (۴۰۵)

خشت سر خم ز مملکت جم بهتر
بوی قدح از غذای مریم بهتر
آه سحری ز سینهٔ خماری
از نالهٔ بوسعید و ادهم بهتر (۴۰۶)

افلاک که جز غم نفزایند دگر ننهند بجا تا نربایند دگر
نا آمدها اگر بدانند که ما از دهر چه می کشیم نایند دگر (۴۰۷)

تا چند ازین حیله و زراقی عمر تا چند مرا درد دهد ساقی عمر
حقا که من از ستیزه و وعده غدهٔ او چون جرعه بخاک ریزم این باقی عمر (۴۰۸)

از بودن آن دوست چه داری تیمار در فکرت بیهوده دل و جان افگار
خرم بزی و جهان بشادی گذران تدبیر نه با تو کرده اند آخر کار (۴۰۹)

از گردش روزگار بهره برگیر بر تخت طرب نشین و ساغر برگیر
از طاعت و معصیت خدا مستغنی است باری تو مراد خود ز عالم برگیر (۴۱۰)

وقت سحر است خیز ای طرفه پسر پر بادهٔ لعل کن بلورین ساغر
کین یکدم عاریت درین کنج فنا بسیار بجوئی و نیابی دیگر (۴۱۱)

آن لعل در آبگینهٔ ساده بیار وان محرم و مونس هر آزاده بیار
چون میدانی که عالم آمده خاک بادیست که زود بگذرد باده بیار (۴۱۲)

از هر چه خوری همه شراب اولی تر با سبز خطان بادهٔ ناب اولی تر
عالم همه سر بسر رباطیست خراب در جای خراب هم خراب اولی تر (۴۱۳)

در دائرهٔ سپهر ناپیدا غور می نوش بخوشدلی که دورست بجور
نوبت چو بدور تو رسد آه مکن جامیست که جمله را چشانند بدور (۴۱۴)

چون حاصل آدمی درین جای دو در جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود واسوده کسی که خود نزاد از مادر (۴۱۵)

سستی مکن و فریضهٔ حق بگذار در عهدهٔ آنجهان منم باده بیار
در خون کسی و مال کس قصد مکن وان لقمه که داری ز کسان باز مدار (۴۱۶)

دی کوزه گری بدیدم اندر بازار بر تازه گلی لگد همی زد بسیار
وان گل بزبان حال با او می گفت من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار (۴۱۷)

این اهل قبور خاک گشتند و غبار هر ذره ز هر ذره گرفتند کنار
آه این چه شرابیست که تا روز شمار بیخود شده و بیخبرند از همه کار (۴۱۸)

کار همه عالم بمرادت شده گیر — وین عمر برفته و اجل آمده گیر
گفتی بکام خویش دستی بزنم — خود نتوانی دگر توانی زده گیر (۴۱۹)

مردانه در از خویش و پیوند ببر — خود را تو ز بند زن و فرزند ببر
هر چیز که هست سد راهست ترا — با بند چگونه ره روی بند ببر (۴۲۰)

از چرخ بکام سر برافراشته گیر — وز عمر تمام بهره برداشته گیر
از گنج و گهر هر چه مراد دل تست — برداشته گیر و بازگذاشته گیر (۴۲۱)

گر باده خوری تو با خردمندان خور — یا با صنمی ساده رخی خندان خور
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز — اندک خور و گه گاه خور و پنهان خور (۴۲۲)

ای دل همه اسباب جهان خواسته گیر — وین خانه پر از نعمت و آراسته گیر
خوش باش درین نشیمن کون و فساد — روزی دو سه بنشسته و برخاسته گیر (۴۲۳)

جانا می صاف وقت گل خوش میخور — بر یاد بتان نغز و دلکش می خور
می خون رزست رز ترا میگوید — خون بر تو حلال کرده ام خوش می خور (۴۲۴)

عمر تو چه دو صد و چه سی صد چه هزار — زین کهنه سرا برون برندت ناچار
گر بادشهی و گر گدای بازار — این هر دو بیک نرخ بود آخر کار (۴۲۵)

ای دل همه اسباب جهان خواسته گیر — باغ طربت بسبزه آراسته گیر
وانگاه بر آن سبزه شبی چون شبنم — بنشسته و بامداد برخاسته گیر (۴۲۶)

ای دوست غم جهان بیهوده مخور — بیهوده غم جهان فرسوده مخور
چون بود گذشت نیست نابود پدید — خوش باش و غم جهان نابوده مخور (۴۲۷)

ای خواجه فقیر گر ترا هست خبر — چندین ز چه معتکی به اهل نظر
ایشان همه از صلاح و صدق گویند — تو از دم حیض در نجاسات نگر (۴۲۸)

می خوردن این راه روا نیست ولیکن — مستی توان خورد به شب کنجی [illegible]
با خود بدان گونه ببایدکه ز مستی — تا شام دگر بر نتوان خاست ز بستر (۴۲۹)

گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز — گرد گنه از چهره نرفتم هرگز
با این همه نومید نیم از کرمت — زان رو که یکی را دو نگفتم هرگز (۴۳۰)

از جملهٔ رفتگان این راه دراز
باز آمدهٔ کو که بما گوید راز
زنهار درین سراچه از روی نیاز
چیزے نگزاری که نمی آئی باز (۴۳۱)

رو بر سر افلاک جهان خاک انداز
مے میخور و گردِ خوبرویان میناز
چه جاے عبادتست و چه جای نماز
کز جملهٔ رفتگان یکے نامد باز (۴۳۲)

این چرخ که با کسے نمے گوید راز
کشته بستم هزار محمود و ایاز
مے خور که بکس عمر دوباره ندهند
هرکس که شد از جهان نمی آید باز (۴۳۳)

با تو بخرابات اگر گویم راز
بہ زانکه بہ محراب کنم بے تو نماز
ای اوّل و ای آخر خلقان همه تو
خواهی تو مرا بسوز و خواهی بنواز (۴۳۴)

در کتم عدم خفته بدم گفتی خیز
دارد بجهان و در جهان شور انگیز
و اکنون که بفرمان توام حیرانم
الفقصه چنان دار که کج دار و مریز (۴۳۵)

بازے بودم پریده از عالم راز
بو تا که برم ز مے نشیبی بفراز
اینجا که نیافتم کسے محرم راز
زان در که در آمدم برون رفتم باز (۴۳۶)

ای دل چو حقیقت جهان هست مجاز
چندین چه بری خواری ازین رنج و نیاز
تن را بقضا سپار و با وقت بساز
کین رفته قلم زبهر تو ناید باز (۴۳۷)

وقت سحر است خیز ای مایهٔ ناز
نرمک نرمک باده خور و چنگ نواز
کاینها که بجا بند نپایند دراز
و اینها که شدند کس نمے آید باز (۴۳۸)

ما ئیم فتاده روز و شب در تگ و تاز
بر خیره نهاده روی در شیب و فراز
نه هیچ ره آورده بجز رنج دگر
نه هیچ بس افگنده بجز راه دراز (۴۳۹)

اے مرد هنرمند و نگه تر بر خیز
وان کودک خاک بیز را گو بر خیز
وانگاه بگویش که بغفلت پی بر
مغز سر کیقباد و چشم پرویز (۴۴۰)

ما عاشق آشفته و مستیم امروز
در کوی بتان باده پرستیم امروز
از هستی خویشتن بکلّی رسته
پیوسته بمحراب الستیم امروز (۴۴۱)

کردیم دگر شیوهٔ رندی آغاز
تکبیر همی زنیم بر پنج نماز
هر جا که پیاله ایست ما را بینی
گردن چو صراحی سوی او کرده دراز (۴۴۲)

بوئے که بنوشت بخور و خواب نیاز
کرونه نیاز مندت این چار انباز

(۴۴۳)
هر یک بتو آنچه داد بستاند باز
تا باز چنان شوی که بودی ز آغاز

معشوق که عمرش چو غمم باد دراز
امروز تلطفی بتو کرد آغاز

(۴۴۴)
بر چشم من انداخت دمی چشم و برفت
یعنی که نکوئی کن و در آب انداز

از عمر تو چونکه می تراشد شب و روز
مگذار که بر تو خاک پاشد شب و روز

(۴۴۵)
روز و شب خویش را بشادی گذران
ای بس که نباشی تو و باشد شب و روز

بر روئے گل از ابر نقاب است هنوز
در طبع دلم میل شراب است هنوز

(۴۴۶)
در خواب مرو چه وقت خواب است هنوز
جانا بده خور که آفتاب است هنوز

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز
و ز نا اهلان هزار فرسنگ گریز

(۴۴۷)
گر زهر دهد ترا خردمند بنوش
در نوش رسد ز دست نا اهل بریز

یارب تو جمال آن مه مهر انگیز
آراسته بسنبل و عنبر بیز

(۴۴۸)
پس حکم همے کنی که در وے منگر
این حکم چنان بود که کج دار و مریز

شیے که از و محال باشد پرهیز
فرموده و امر کرد کز وے بگریز

(۴۴۹)
آنگاه میان امر و نهیش عاجز
درمانده جهانیان که کج دار و مریز

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز
از روی حقیقتی و نه از روی مجاز

(۴۵۰)
بازیچه همے کنیم بر نطع وجود
رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

افسوس از این سگ بچه پر تگ و تاز
کو در رفتن بباد بودے همراز

(۴۵۱)
از بسکه دلش باستخوان مائل بود
شد عاقبتش نصیب دندان گراز

رفتند ز رفتگان یکے تا مد باز
تا با تو بگوید از پس پردهٔ راز

(۴۵۲)
کار تو ز نیاز مے کشاید نه نماز
بازیچه بود نماز بے صدق و نیاز

لب بر لب کوزه بردم از غایت آز
تا زو طلبم واسطهٔ عمر دراز

(۴۵۳)
با من بزبان حال می گفت این راز
عمرے چو تو بوده ام دمی با من ساز

ای بر همه سروران عالم فیروز
دانی که چه وقت می بود روح افروز

(۴۵۴)
یکشنبه و دوشنبه و سه شنبه و چهار
پنجشنبه و آدینه و شنبه شب و روز

(۴۵۵)

می پرسیدی کہ چیست این نقش مجاز / گر برگویم حقیقتش ہست دراز

نقشی ست پدید آمدہ از دریائی / وانگاہ شدہ بقعر آں دریا باز

(۴۵۶)

ای واقف اسرار ضمیر ہمہ کس / در حالت عجز دستگیر ہمہ کس

یارب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر / ای توبہ دہ و عذر پذیر ہمہ کس

(۴۵۷)

آغاز دوران گشتن این دیر اساس / وانجام خرابی چنین نیک اساس

دانستہ نشود بمعیار عقول / سنجیدہ نمی شود بمقیاس قیاس

(۴۵۸)

از حادثۂ زمانہ آیندہ مپرس / وز ہرچہ رسد چو نیست پایندہ مپرس

این یکدمہ نقد را غنیمت میدان / از رفتہ میندیش وز آیندہ مپرس

(۴۵۹)

ای چرخ خسیس خس دون پرور خس / ہرگز نشدی تو بر مراد دل کس

چرخا فلکا ترا ہمیں عادت بس / ناکس تو کسے کنی و کس را ناکس

(۴۶۰)

مرغے دیدم نشستہ بر بارۂ طوس / در پیش نہادہ کلۂ کیکاؤس

با کلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس / کو بانگ جرسہا و کجا نالۂ کوس

(۴۶۱)

خیّام اگر بادہ پرستی خوش باش / با سادہ رخے اگر نشستی خوش باش

چون عاقبت کار جہان نیستی است / انگار کہ نیستی چو ہستی خوش باش

(۴۶۲)

تا چند کشم غصۂ نادانی خویش / بگرفت دلم از پریشانی خویش

زنار مغان کہ بر میان خواہم بست / دانی زچہ از ننگ مسلمانی خویش

(۴۶۳)

جامیست کہ عقل آفرین می زندش / صد بوسہ زمہر بر جبیں میزندش

این کوزہ گر دہر اگر جام لطیف / مے سازد و باز بر زمیں میزندش

(۴۶۴)

از نامدہا زرد مکن چہرۂ خویش / در آمدہا آب مکن زہرۂ خویش

بر دار ز دنیائے دنی بہرۂ خویش / زاں پیش کہ دہر بر کشد بہرۂ خویش

(۴۶۵)

با روی نکو شراب عشق در کش / با دوست دل از جفای دشمن در کش

با سادہ رخے نشین و بگذر از خویش / پیراہن کبر و ہستی از تن در کش

(۴۶۶)

بگذار دلا وسوسۂ عقل معاش / از ہستئ خویشتن بسر چون اوباش

در بزم قلندران معنے بنشین / آزاد شو و شراب نوش و خوش باش

(۴۶۷)
ای دل مطلب ز دیگران محرم خویش
خوش باش بهر دو دل مرهم خویش
تنها بنشین و خویشتن خور غم خویش
از همدست آرزو کند همدم خویش

(۴۶۸)
مے گرچه حرامست مدامش می نوش
با نغمه و چنگ صبح و شامش می نوش
جامی ز مئے لعل گرت دست دهد
یک قطره رها مکن تمامش می نوش

(۴۶۹)
سرمست ز میخانه گذر کردم دوش
پیری دیدم مست و سبوی بر دوش
گفتم ز خدا شرم نداری اے پیر
گفتا کرم از خداست می نوش خموش

(۴۷۰)
ایام شباب رفت و فصل خشمش
تلخ است مرا عیش ولی می چشمش
این قامت همچو تیر من گشته کمان
زه کرده ام از عصا و خوش می کشمش

(۴۷۱)
آن می که خضر بجسته از وی پاسش
از آب حیات است نعم البأسش
من قوت دل و قوت روحش خوانم
چون گفت خدا منافع للناسش

(۴۷۲)
بگرفت مرا عشق بکاری خوش خوش
گفتا چو من آدم تو پا بیرون کش
الفقه چنان سوخت دلم از غم او
کاتش همه هیزم شد و هیزم آتش

(۴۷۳)
ای چرخ مرا مکش به بدمستی خویش
بشناس بلندی من و پستی خویش
من خود ز غم خویش و تهیدستی خویش
پیوسته ملول باشم از هستی خویش

(۴۷۴)
غم چند خوری بکار نا آمده پیش
رنج است نصیب مردم دوراندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دل خویش
کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش

(۴۷۵)
پندی و همت اگر بمن داری گوش
از بهر خدا جامه تزویر مپوش
عقبی همه ساعتست و دنیا یک دم
از بهر دمے ملک ابد را مفروش

(۴۷۶)
یک یک نفسم جرم و گنه ده بخش
هر جرم که رفت حسبةً لله بخش
از باد هوا آتش کین مفروزد
بارالہ بخاک رسول الله بخش

(۴۷۷)
در کارگهے کوزه گرے بودم دوش
دیدم دو هزار کوزه گویا و خموش
هر یک بزبان حال با من گفتند
کو کوزه گر و کوزه خر و کوزه فروش

(۴۷۸)
تا دیگ بقای من بود اندر جوش
در کاسه خود شده کنم دردی نوش
ای کوزه گر از گِلم اگر کوزه کنی
وان کوزه بجز بمی فروشان مفروش

(۴۷۹)

آں می که حیات جاودانیست بنوش — سرمایۂ لذت جوانیست بنوش

سوزنده چو آتش است لیکن غم او — سازنده چو آب زندگانیست بنوش

(۴۸۰)

می در قدح انصاف که جانیست لطیف — در کالبد شیشه روانیست لطیف

لائق نبود هیچ گراں همدم من — جز ساغر و باده کاں گرانیست لطیف

(۴۸۱)

خیّام زمانه از کسے دارد ننگ — کو در غم ایّام نشیند دل تنگ

می خور تو در آبگینه با ناله و چنگ — زاں پیش که آبگینه آید بر سنگ

(۴۸۲)

هاں صبح دمید و دامن شب شد چاک — برخیز و صبوح کن چرائی غمناک

مے نوش هلا که صبح بسیار دمد — او روئے بما کرده و ما روی بخاک

(۴۸۳)

روئے که منزه است و آلایش پاک — مهمان نو آمده است در عالم خاک

مے ده تو به بادهٔ صبوحی همدوش — زاں پیش که گوید انعم الله مساک

(۴۸۴)

پس پیرهن عمر که هر شب افلاک — بر دوخته و کرد گریبانش چاک

هر روز بسے زمانه شاد و غمناک — از آب بر آورد و فرو برد بخاک

(۴۸۵)

گر صلح نیابم ز فلک جنگ اینک — در نام نکو نباشدم ننگ اینک

جام مئے لعل ارغواں رنگ اینک — آں کس که نمی خورد سر و سنگ اینک

(۴۸۶)

ای چرخ فلک نه ناں شناسی نه نمک — پیوسته مرا برهنه سازی چو سمک

از چرخ زنی دو شخص پوشیده شوند — پس چرخ زنی به از توای چرخ فلک

(۴۸۷)

تا کے ز جفاهائے توای چرخ فلک — از بهر خدا جور کن آهسته ترک

من سوخته ام تمام و هر لحظه تو نیز — بر سوخته مے چه آگنی سوده نمک

(۴۸۸)

از آتش آخرت نمی داری باک — در آب ندامت نشدی هرگز پاک

چوں باد اجل چراغ عمرت بکشد — ترسم که ترا ز ننگ نپذیرد خاک

(۴۸۹)

گر گل نبود نصیب ما خار اینک — ور نور نمے رسد بما نار اینک

در خرقه و خانقاه و شیخی نبود — ناقوس و کلیسیا و زنّار اینک

(۴۹۰)

چند از غم و غصه جهاں قالاقال — برخیز و بشادی گذراں حالاحال

از سبزه چو شد زمیں میلامیل — در کش مئے لال از قدح مالا مال

بگذار دلا وسوسهٔ فکر محال
در کش قدح باده رهگذر ز ملال

(۴۹۱) آزاد شو و مجرد و باده پرست
تا مرد شوی رسی بسرحد کمال
این صورت کون جمله نقشی است خیال
عارف نبود هر که نداند این حال

(۴۹۲) بنشین قدح باده بنوش و خوش باش
فارغ شو ازین نقش و خیالات محال
چون با دو بزلف او رسیدن مشکل
واز اسپ غمش عنان کشیدن مشکل

(۴۹۳) گفتند بدیده روی او نتوان دید
گر دیدهٔ ماست دیده دیدن مشکل
مے خور که نه علم دست گیرد نه عمل
الاکرم و رحمت حق عزّ و جل

(۴۹۴) آن طائفه که از خمری می نخورند
از جملهٔ اَلْانعام شمار اے احول
با سرو قدی تازه تر از خرمن گل
از دست مده جام مے و دامن گل

(۴۹۵) زان پیش که ناگه شود از گرگ اجل
پیراهن عمر تو چو پیراهن گل
تا کے زاهد حدیث رانی ز ازل
بگذشت ز اندازهٔ من علم و عمل

(۴۹۶) مے خور که شراب ناب رانیست بدل
هر مشکل را شراب گرداند حل
مے بر کف من نه و بر آور غلغل
بالنغمهٔ عندلیب و صوت بلبل

(۴۹۷) بے نغمه اگر روا بُدے مے خوردن
مے در سر شیشه ها نکردے قلقل
از جرم حضیض خاک تا اوج زحل
کردم همه مشکلات گردون را حل

(۴۹۸) بیرون جستم ز بند هر مکر و حیل
هر بند گشاده شد مگر بند اجل
اسرار حقیقت نشود حل بسوال
نه نیز بدر باختن نعمت و مال

(۴۹۹) تا جان نکنی خون نخوری پنجه سال
از قال ترا ره نه نمایند بحال
ای دل مشنو نصیحت اهل حیل
کز بادهٔ ناب عقل و دین راست خلل

(۵۰۰) گر راحت جان و قوت روحت باید
مے نوش به بوستان بگل بانگ غزل
در سر مگذار هیچ سودائے محال
مے خور همه ساله ساغر مالامال

(۵۰۱) با دختر رز نشین و عیشے مے کن
دختر ز بحلال به که مادر بحلال
کس خلد و جحیم را ندید است ایدل
کو کس که از آن جهان رسید است ایدل

(۵۰۲) امید و هراس ما بچیزیست کز آن
جز نام و نشانے نه پدید است ایدل

تا کے ز جهانے هر کسے ننگ کشیم — ور ناکس روزگار نیز ننگ کشیم
خوش باش که ایام تراویح گذشت — عید است بیا تا مے گلرنگ کشیم (۵۰۳)

اینها چو همه خواست آنچه من خواسته ام — کے گردد راست آنچه من خواسته ام
گر هست صواب آنچه او خواسته است — پس جمله خطاست آنچه من خواسته ام (۵۰۴)

از خالق کردگار و از رب رحیم — نومید مشو بجرم و عصیان عظیم
گر مست و خراب مرده باشی امروز — فردا بخشد براستخوانهائے رمیم (۵۰۵)

گر من گنه روئے زمین کردستم — عفو تو امید هست که گیرد دستم
گفتی که بروز عجز دستت گیرم — عاجز تر ازیں مخواه که اکنوں هستم (۵۰۶)

من گر ورق عمر نخم در شکنم — ایں خنده می در دل شاغر شکنم
برخیز و پیاله را ز مے پُر گرداں — باشد که غم جهاں بهم در شکنم (۵۰۷)

در راه تو تا اسپ طرب تاختہ ایم — با عیش و طرب دمی نه پرداخته ایم
قصه چه کنم که با بلا ساخته ایم — در منزل درد آشیاں ساخته ایم (۵۰۸)

از آب و گلم سرشته من چه کنم — ویں پشم و قصب تو رشته من چه کنم
هر نیک و بدی که از من آید بوجود — تو بر سر من نوشته من چه کنم (۵۰۹)

بالفس همیشه در نبردم چه کنم — وز کرده خویشتن به دردم چه کنم
گیرم که ز من در گذرانی به کرم — زیں شرم که دیدی که چه کردم چه کنم (۵۱۰)

جانا من و تو نمونهٔ پرکاریم — سر گرچه دو کرده ایم یکتن داریم
بر نقطه روانیم کنوں دائره وار — تا آخر کار سر بهم باز آریم (۵۱۱)

ایں چرخ فلک که ما درو حیرانیم — فانوس خیال ازو مثال دانیم
خورشید چراغداں و عالم فانوس — ما چوں صوریم کاندرو حیرانیم (۵۱۲)

شد دعوے دوستی دریں دیر حرام — الفت ز که مردمی کجا دوست کدام
دامن ز همه کشیدن اولےٰ باشد — از دور بهر یکے سلام است و کلام (۵۱۳)

گویند مرا که مے پرستم هستم — گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهر من نگاه بسیار مکن — کاندر باطن چنانکه هستم هستم (۵۱۴)

هر خود و وردِ کام و آرزو بربستم — وز منت هر ناکس و کس وارستم
گر صوفی مسجدم و گر راهب دیر — من دانم و او چنانکه هستم هستم (۵۱۵)

تا ظن نبری که من بخود موجودم — یا این ره خونخوار بخود پیمودم
چون بود حقیقت مرا از وی بود — من خود که بدم کجا بدم کی بودم (۵۱۶)

بی باده نبوده ام دمی تا هستم — امشب شب قدر است و من آن پستم
لب بر لب جام و سینه بر سینهٔ خم — تا روز بگردن صراحی دستم (۵۱۷)

گفتم که دگر بادهٔ گلگون نخورم — می خون رز است من گر خون نخورم
پیر خردم گفت بجد میگوئی — گفتم که مزاح می کنم چون نخورم (۵۱۸)

مقصود ز جملهٔ آفرینش ماییم — در چشم خرد جوهر بینش ماییم
این دائره جهان چو انگشتری هست — بی هیچ شکی نقش نگینش ماییم (۵۱۹)

با دوست باتفاق درهم نزنیم — پائی ز نشاط بر سر غم نزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح — کین صبح بسی دمد که ما دم نزنیم (۵۲۰)

در عشق ز صد گونه ملامت بکشم — ور بشکنم این عهد غرامت بکشم
گر عمر وفا کند جفاهای ترا — باری کم از آنکه تا قیامت بکشم (۵۲۱)

هرگز بطرب شربت آبی نخورم — تا از کف اندوه شرابی نخورم
نانی نزنم بر نمک هیچ کسی — تا از جگر خویش کبابی نخورم (۵۲۲)

امروز که نیست در شراب تا کم — زهری بود از دهر دهد تریاکم
زهرست غم جهان و تریاکش می — تریاک خورم ز زهر او نبود باکم (۵۲۳)

فرزین صفتا که مست غمهات شدم — وز اسپ پیادهٔ جفاهات شدم
از بازی فیل و شاه چون درماندم — رخ بر رخ او نهاده و مات شدم (۵۲۴)

میلم بشراب ناب باشد دائم — گوشم بنی و رباب باشد دائم
گر خاک مرا کوزه گران کوزه کنند — آن کوزه پر از شراب باشد دائم (۵۲۵)

ای چرخ ز گردش تو خرسند نیم — آزادم کن که لائق بند نیم
گر میل تو با بی خرد و نااهل است — من نیز چنان اهل و خردمند نیم (۵۲۶)

سر حلقهٔ رندان خرابات منم — افتاده بمعصیت ز طاعات منم
آنکس که شب دراز از بادهٔ ناب — وز خون جگر کند مناجات منم (۵۲۷)

من بے مے ناب زیستن نتوانم — بے جام کشیدہ بار تن نتوانم
من بندہ آں دمم که ساقی گوید — یک جام دگر بگیر و من نتوانم (۵۲۸)

دنیا چو فناست من بجز فن نکنم — جز یاد نشاط و مے روشن نکنم
گویند خدا ترا ز مے توبه دهاد — او خود ندهد و گر دهد من نکنم (۵۲۹)

من ظاهر نیستی و هستی دانم — من باطن هر فراز و پستی دانم
با این همه از دانش خود بیزارم — گر مرتبهٔ ورائے مستی دانم (۵۳۰)

دیگر غم این گردش گردوں نخوریم — جز بادهٔ صاف و مئے گلگوں نخوریم
مے خون جہانست و جہاں خونی ما — ما خون دل خونی خود چوں نخوریم (۵۳۱)

ما کز مے بیخودی طربناک شدیم — وز پایه دوں برسر افلاک شدیم
آخر همه ز آلایش تن پاک شدیم — از خاک بر آمدیم و بر خاک شدیم (۵۳۲)

ای مفتی شهر از تو پرکارتریم — با این همه مستی از تو هشیارتریم
تو خون کساں خوری و ما خون رزاں — انصاف بده کدام خونخوارتریم (۵۳۳)

یکدست بمصحفیم و یکدست بجام — گه مرد حلالیم و گهے مرد حرام
مائیم دریں گنبد فیروزهٔ فام — نے کافر مطلق نه مسلمان تمام (۵۳۴)

من باده خورم و لیک مستی نکنم — الا بقدح دراز دستی نکنم
دانی غرضم ز مے پرستی چه بود — تا همچو تو خویشتن پرستی نکنم (۵۳۵)

در جستن جام جم جہاں پیمودیم — روزے نه نشستیم و شبے نغنودیم
ز استاد چو وصف جام جم بشنودیم — خود جام جہاں نمای جم می بودیم (۵۳۶)

افسوس که بیفائده فرسوده شدیم — وز داس سپهر سرنگوں سوده شدیم
دردا و ندامتا که تا چشم زدیم — نابوده بکام خویش نابوده شدیم (۵۳۷)

ما خرقهٔ زهد در سر خم کردیم — در خاک خرابات تیمم کردیم
باشد که درون میکدهٔ دریابیم — عمرے که درون مدرسه گم کردیم (۵۳۸)

(۵۳۹)
در مسجد اگر بہر نیاز آمده ام　　بالله که نه از بهر نماز آمده ام
یک روز اینجا سجاده دزدیدم　　آن گم شده است از آن باز آمده ام

(۵۴۰)
من در رمضان روزه اگر می خوردم　　تا ظن نبری که بے خبر مے خوردم
از محنت روزه روز من چون شب بود　　پنداشته بودم که سحر مے خوردم

(۵۴۱)
زینگونه که من کار جهان مے بینم　　عالم همه رائگان بران مے بینم
سبحان الله بهر چه در می نگرم　　ناکامے خویشتن دران مے بینم

(۵۴۲)
در دائرهٔ وجود دیر آمده ایم　　در پایه عمر هم زبیر آمده ایم
چون عمر نه بر مراد ما می گذرد　　ای کاش سرآمدی که سیر آمده ایم

(۵۴۳)
ما افسر خان و تاج کے بفروشیم　　دستار و قصب ببانگ نے بفروشیم
تسبیح که پیک لشکر تزویر است　　ناگاه بیک جرعه مے بفروشیم

(۵۴۴)
چون نیست مقام ما درین دیر مقیم　　پس بے می و معشوق عذابیست الیم
تا کے ز قدیم و محدث ای مرد سلیم　　چون من رفتم جهان چه محدث چه قدیم

(۵۴۵)
پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم　　آسوده در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز آب دیده در آتش دل　　دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

(۵۴۶)
در پای اجل چو من سر افگنده شوم　　از بیخ امید عمر بر کنده شوم
زنهار گلم بجز صراحی نکنند　　باشد که ز باده تر شوو زنده شوم

(۵۴۷)
جانم ز درونغ وے بدرد است مقیم　　بیچاره دل از نهیب فردا بدونیم
یکبارگی این عمر من ای دُرّ یتیم　　رفته همه حسرتست مانده و بیم

(۵۴۸)
چون آتش اگر بر آسمان بر گذریم　　و از آب روان اگر چه پاکیزه تریم
در خاک شویم از آنکه خاکے بودیم　　بادست جهان باده بده تا نخوریم

(۵۴۹)
یارب اگر گناه بیحد کردم　　بر جان و جوانی و تن خود کردم
چو بر کرمت وثوق کلے دارم　　برگشتم و توبه کردم و بد کردم

(۵۵۰)
هر چند که مے خلاف دین است درهم　　از خوردن وے همی گشاید گرهم
دانی که ز مے چراست چندین شغفم　　با تو که دمے زخویشتن باز زیم

(۵۵۱)
یک چند بکودکی باستاد شدیم
یک چند باستادی خود شاد شدیم
پایان سخن شنو که ما را چه رسید
از خاک برآمدیم و بر باد شدیم

(۵۵۲)
زان پیش که از زمانه تابی بخوریم
با یکدگر امروز شرابی بخوریم
کین چرخ اجل بگاه رفتن ما را
چندان ندهد امان که آبی بخوریم

(۵۵۳)
ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم
وین یکدم عمر را غنیمت شمریم
فردا که ازین دیر کهن در گذریم
تا هفت هزار سالگان سربسریم

(۵۵۴)
شبها گذرد که دیده برهم نزنیم
کین صبح لبے دمید ما دم نزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح
تا پای نشاط بر سر غم نزنیم

(۵۵۵)
من باده تلخ تلخ دیرینه خورم
واندر رمضان در شب آدینه خورم
انگور حلال خویش در خم کرده
گو تلخ مکن خدای تا من نخورم

(۵۵۶)
هر روز پگاه در خرابات شوم
همراه قلندران طامات شوم
چون عالم سر الخفیات توئی
توفیقم ده تا بمناجات شوم

(۵۵۷)
از باده شود تکبر از سر کم
وز باده شود گشاده بند محکم
ابلیس اگر باده خوردے یکدم
کردے دو هزار سجده پیش آدم

(۵۵۸)
یک جو غم ایام نداریم خوشیم
گر چاشت بود شام نداریم خوشیم
چون پخته بما میرسد از مطبخ غیب
از کس طمع خام نداریم خوشیم

(۵۵۹)
در میکده عشق نیازے دارم
با شمع رخش سوز و گدازے دارم
آنگه بے عشق طهارت کرده
با روئے بت خویش نیازے دارم

(۵۶۰)
پیوسته ز گردش فلک غمگینم
با طبع خسیس خویشتن در کینم
علمے نه که سر جهان بر خیزم
عقلے نه که فارغ از جهان بنشینم

(۵۶۱)
تا چند اسیر عقل هر روزه شویم
در دهر چه صد ساله چه یکروزه شویم
در ده تو بکاسه مے ازان پیش که ما
در کارگه کوزه گران کوزه شویم

(۵۶۲)
تا چند ملامت کنی ای زاهد خام
مارند خراباتی و مستیم مدام
تو در غم تسبیح و ریا و تلبیس
ما با مے و مطربیم و معشوق بکام

بر مفرش خاک خفتگان می بینم
در زیر زمین نهفتگان می بینم
چندانکه بصحرای عدم می نگرم
نا آمدگان و رفتگان می بینم (۵۶۳)

ترسم که چو بعد ازین بعالم نرسیم
با همنفسان نیز فراهم نرسیم
امروز که در دمیم غنیمت شمریم
شاید که بعمر خود دمی دم نرسیم (۵۶۴)

تائیم که سرمست شرابیم مدام
در مجلس ما نیست بجز باده و جام
بگذار نصیحت من ای زاهد خام
ما باده پرستیم و لب یار بکام (۵۶۵)

با رحمت تو من از گنه نندیشم
با توشهٔ تو ز رنج ره نندیشم
گر لطف تو ام سفید رو انگیزد
یک ذره ز نامهٔ سیه نندیشم (۵۶۶)

عید است بیا تا مئے گلرنگ کشیم
با نغمهٔ عود و نالهٔ چنگ کشیم
با یار سهی روح دمے بنشینیم
رطلے دو سه بادهٔ گران سنگ کشیم (۵۶۷)

اے دوست بیا تا غم فردا نخوریم
وین یکدم نقد را غنیمت شمریم
بے حکمش نیست هر گناهے که مراست
پس ما غم آینده ز بهر چه خوریم (۵۶۸)

تا ظن نبری که از جهان می ترسم
وز مردن و از رفتن جان می ترسم
مردن چه حقیقت ست زان باکم نیست
چون نیک نزیستم ازان می ترسم (۵۶۹)

گر من ز مے مغانه مستم هستم
کافر و گبر و بت پرستم هستم
هر طائفه بمن گمانے دارند
من زان خودم چنانچه هستم هستم (۵۷۰)

برخیز و بیا که چنگ بر چنگ زنیم
مے باز خوریم و نام بر ننگ زنیم
چون باده خوریم در خرابات خوریم
وین شیشهٔ نام و ننگ بر سنگ زنیم (۵۷۱)

در دامن یار بے وفا چنگ زنیم
مے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
سجاده بیک پیالهٔ مے بفروشیم
ناموس نکے دهیم و بر سنگ زنیم (۵۷۲)

محرم هستی که با تو گویم یکدم
کز اول کار خود چه بود است آدم
محنت زده سرشته از گل غم
یک چند جهان بخورد و برداشت قدم (۵۷۳)

هان تا بخرابات خروشے نزنیم
بر میکده بگذریم و نوشے نزنیم
دستار و کتاب را فروشیم بے
بر بار رسه بگذریم و جوشے نزنیم (۵۷۴)

(۵۷۵)
گل گفت که من یوسف مصر چمنم
یاقوت گرانمایه پر زر دهنم
گفتم چو تو یوسفی نشانی بنمائے
گفتا که بخون غرق نگر پیرهنم

(۵۷۶)
با زلف تو گر دست درازی کردم
از روئے حقیقت نه مجازی کردم
در زلف تو دیدم دل دیوانهٔ خویش
من با دل خویش دستبازی کردم

(۵۷۷)
چندانکه ز خود نیست ترم مست ترم
هرچند بلند پایه تر پست ترم
زین طرفه تر آنکه از شراب هستی
هر لحظه که هشیار ترم مست ترم

(۵۷۸)
صبح است و دمی برمی گلرنگ زنیم
وین شیشهٔ نام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از امل دراز خود باز کشیم
در زلف دراز و دامن چنگ زنیم

(۵۷۹)
آن به که ز جام و باده دل شاد کنیم
وز نامده و گذشته کم یاد کنیم
این عاریتی حیات زندانی را
یک لحظه ز بند عقل آزاد کنیم

(۵۸۰)
روزیکه بکوئے کوزه گر میگذرم
خود را بمیان کوزه ها مے شمرم
زان پیش که گل بکوزه گر بدیه برم
شاید که کند کوزه یکے باده خورم

(۵۸۱)
آن لحظه که از اجل گریزان گردم
چون برگ ز شاخ عمر ریزان گردم
عالم ز نشاط دل بغربال کنم
زان پیش که خاک خاک بیزان گردم

(۵۸۲)
یکروز ز بند عالم آزاد نیم
یکدم زدن از وجود خود شاد نیم
شاگردی روزگار کردم بسیار
در کار جهان هنوز استاد نیم

(۵۸۳)
گر در گیری چگونه پرواز کنم
با عشق توئے چگونه آغاز کنم
یک لحظه سرشک دیده می نگذارد
تا چشم بروئے دیگرے باز کنم

(۵۸۴)
آن آه که پیش هیچ محرم نزنم
وان دم که به پیش هیچ همدم نزنم
گر دریابم که جز تو کس مے شنود
حقا که بمیرم از دم و دم نزنم

(۵۸۵)
من گوهر خود بقیمت کم ندهم
در دو تو بصد هزار مرهم ندهم
خاک در تو به مملکت جم ندهم
یک موئے ترا بکعبه دو عالم ندهم

(۵۸۶)
هنگام گل است اختیارے نکنم
وانگه بخلاف شرع کارے نکنم
با سبزه خطان لاله رخی روزی چند
بر سبزه ز جرعه لاله زارے نکنم

(۵۸۷)

دشمن بغلط گفت که من فلسفیم
ایزد داند که آنچه او گفت نیم
لیکن چو درین غم آشیان آمده ام
آخر کم ازان که من ندانم که کیم

(۵۸۸)

اسرار ازل را نه تو دانی و نه من
وین حرف معما نه تو خوانی و نه من
هست از پس پرده گفتگوی من و تو
چون پرده برافتد نه تو مانی و نه من

(۵۸۹)

حق جان جهان است و جهان جمله بدن
واصناف ملائکه حواس این تن
افلاک عناصر و موالید اعضا
توحید همین است دگرها همه فن

(۵۹۰)

هر روز ز گردش نوای چرخ کهن
نخل طربم برکند از بیخ و از بن
وین طرفه که نااهل نواز و نهمت
کس نیست که گویدش بتنگ است مکن

(۵۹۱)

ای چرخ همیشه در نبردی با من
درمان دگر کسی و دردی با من
در صلح چه ماند کان نکردم با تو
در جنگ چه بود کان نکردی با من

(۵۹۲)

برخیزه مخور غم جهان گذران
خوش باش دمی بشادمانی گذران
در طبع جهان اگر وفائے بودی
نوبت بخود او نیامدی از دگران

(۵۹۳)

ننگ است بنام نیک مشهور شدن
عار است ز جور چرخ رنجور شدن
خمار ببوی آب انگور شدن
به زانکه بزهد خویش مغرور شدن

(۵۹۴)

بر سینهٔ غم پذیر من رحمت کن
بر جان و دل اسیر من رحمت کن
بر پائے خرابات رو من بخشای
بر دست پیاله گیر من رحمت کن

(۵۹۵)

نتوان دل شاد را بغم فرسودن
وقت خوش خود بسنگ محنت سودن
در دهر که داند که چه خواهد بودن
مے باید و معشوق و بکام آسودن

(۵۹۶)

کس نیست درین گفت وشنو همدم من
شد ناله من همنفس و محرم من
بے گریه چو نیست دیده پر نم من
من سر ننهم بالسر آید غم من

(۵۹۷)

مسکین دل دردمند دیوانهٔ من
هشیار نشد ز عشق جانانهٔ من
روزیکه شراب عاشقی میدادند
در خون جگر زدند پیمانهٔ من

(۵۹۸)

قومے متفکر اند در مذهب و دین
جمعے متحیر اند در شک و یقین
ناگاه منادیے برآید ز کمین
کاے بیخبران راه نه آنست نه این

ای گشته شب و روز بدنیا نگران
اندیشه نمی‌کنی تو از روز گران
آخر نفسی ببین و باز آی بخود
کایام چگونه می‌کند با دگران (۵۹۹)

گویند مرا که می بخور کمتر ازین
آخر بچه عذر برنداری سر ازین
عذرم رخ یار و بادهٔ صبحدم است
انصاف بده چه عذر روشن‌تر ازین (۶۰۰)

گر بر فلکم دست بدی چون یزدان
برداشتمی من این فلک را ز میان
وز نو فلکی دگر چنان ساختمی
کازاده بکام دل رسیدی آسان (۶۰۱)

بشنو ز من ای زبدهٔ یاران کهن
اندیشه مکن زین فلک بی‌سر و بن
بر گوشهٔ عرصات قناعت بنشین
بازیچهٔ چرخ را تماشائی کن (۶۰۲)

شرط است نباید از پی تباهی کردن
زین ترک او امر و نواهی کردن
گیرم که سراسر این جهان ملک تو شد
چو آنکه رها کنی چه خواهی کردن (۶۰۳)

تو آمده‌ای بپادشاهی کردن
با خویشتن آی ازین تباهی کردن
چیزی نه بدی دهی و نباشی فردا
پیداست که امروز چه خواهی کردن (۶۰۴)

خواهی بنهد پیش تو گردون گردن
کار تو بود همیشه جان پروردن
همچون منت اعتقاد باید کردن
می خوردن و اندوه جهان ناخوردن (۶۰۵)

این چشمه پیاله‌ایست جان آبستن
همچون شکمی بار غم آبستن
می نی غلطم که باده از غایت لطف
آبیست بآتش روان آبستن (۶۰۶)

مشنو سخن زمانه‌ساز آمدگان
می گیر مروق ز طراز آمدگان
رفتند یگان یگان فراز آمدگان
کس می ندهد نشان باز آمدگان (۶۰۷)

گاویست بر آسمان قرین پروین
یک گاو دگر نهفته در زیر زمین
چشم خردت گشای چون اهل یقین
زیر و زبر دو گاو مشتی خر بین (۶۰۸)

بر موجب عقل زندگانی کردن
شاید کردن ولی ندانی کردن
استاد تو روزگار چابکدست است
چندان بسرت زند که دانی کردن (۶۰۹)

دوش از سر روح از صفائی دل من
در میکده آن سرو قبائی دل من
جامی بمن آورد که بستان و بنوش
گفتم نخورم گفت برای دل من (۶۱۰)

ای آنکه تویی خلاصهٔ کون و مکان — بگذار و می و سوخته سود و زیان

(۶۱۱)

یک جام می از ساقی باقی بستان — تا باز رهی تو از غم هر دو جهان

چون حاصل آدمی درین شورستان — جز خوردن غصه نیست تا کندن جان

(۶۱۲)

خرم دل آنکه زین جهان زود برفت — آسوده کسی که خود نیامد بجهان

از گردش این دائرهٔ بی پایان — برخورده ازین دو نوع مردم نادان

(۶۱۳)

یا باخبری تمام از نیک و بدش — یا بی خبری از خود و از کار جهان

جانها همه آب گشت و دلها همه خون — تا چیست حقیقت از پس پرده برون

(۶۱۴)

ای با علمت خرد رهِ گردون دون — ای تو از جهان بره تو از ره برون

می خوردن و گرد گلرخان گردیدن — بهتر ز ریا و زاهدی ورزیدن

(۶۱۵)

گر مردم می خوار بدوزخ باشند — پس روی بهشت را که خواهد دیدن

دانی که چراست توبه ناکردن من — دیدم که حرام نیست می خوردن من

(۶۱۶)

بر اهل مجاز است تحقیق حرام — می خوردن اهل راز و گردن من

تا کی غم آن خورم که زین دیر کهن — احوال فسانه سر بسر است و سخن

(۶۱۷)

زان پیش که رخت زین سرا بندم — ساقی بده آن می که همین است سخن

صیاد ره مدهیت نخچیر مکن — چیزی که نخواند تو تفسیر مکن

(۶۱۸)

چون پیر حقیقت از تو معنی طلبد — از دیده بکن روی حیات از تفسیر مکن

احوال جهان بدو علم آسمان مکن — واحوال بهم ز خلق پنهان می کن

(۶۱۹)

امروز خوشم بدار فردا با من — آنچه از کرم تو می سزد آن می کن

یارب ز قبول و رد هم باز رهان — مشغول خودم کن ز خودم باز رهان

(۶۲۰)

تا هست یارم ز نیک و بد هشیارم — مستم کن و از نیک و بدم باز رهان

در دامن این چرخ تو انگیخته کین — با یار تو سر زیست گریبان بوکن

(۶۲۱)

دستی که زمانه را نشاید سر زین — کوته مکن از وی که دراز است سخن

دارم ز جفای فلک آینه گون — وز گردش روزگار خس پرور دون

(۶۲۲)

از دیده رخی بچو پیاله پر اشک — در سینه دلی همچو صراحی پر خون

(۶۲۳)
رندے دیدم نشستہ بر خنگ زمین
نہ کفر نہ اسلام نہ دنیا و نہ دین
نے حق نہ حقیقت و شریعت نہ یقین
اندر دو جہاں کرا بود زہرۂ این

(۶۲۴)
تا بتوانی خدمت رنداں مے کن
بنیاد نماز و روزہ ویراں می کن
بشنو سخن راست ز خیام عمر
می میخور و رہ میزن و احسان می کن

(۶۲۵)
آنرا کہ وقوف است بر احوال جہاں
شادی و غم و رنج برو شد آساں
چوں نیک و بد جہاں بسر خواہد شد
خواہی ہمہ درد باش خواہی درماں

(۶۲۶)
روزیکہ گذشتہ است ازو یاد مکن
فردا کہ نیامدہ است فریاد مکن
بر نامدہ و گذشتہ بنیاد مکن
حالی خوش باش و عمر برباد مکن

(۶۲۷)
اکنوں کہ زند ہزار دستاں دستاں
جز بادۂ لعل از کف مستاں مستاں
برخیز و بیا کہ گل بشادی می گفت
روزی دو سہ داد خود ز بستاں بستاں

(۶۲۸)
در چشم پیالہ جان روانست رواں
در روح مجسم آں روانست رواں
در آب فسردہ آتش سیال است
در ظرف بلور لعل کانست رواں

(۶۲۹)
روزیکہ مقدساں خاکی مسکن
گردند سوار باز بر مرکب تن
چوں لالہ بخون خویش آغشتہ مکن
از خاک سر کوئے تو برخیزم من

(۶۳۰)
زیں گنبد گردندہ بد افعالی بیں
وز جملہ دوستاں جہاں خالی بیں
تا بتوانی تو یک نفس خود را باش
فردا مطلب گذار دے حالی بیں

(۶۳۱)
از آمدن و رفتن ما سودے کو
وز تار امید عمر ما پودے کو
در چنبر چرخ جان چندیں پاکاں
مے سوزد و خاک میشود دودے کو

(۶۳۲)
بردار پیالہ و سبو اے دلجو
برگیر بگرد سبزہ زار و لب جو
کیں چرخ بسے قد بتان مہ رو
صد بار پیالہ کرد و صد بار سبو

(۶۳۳)
اے آب حیات مضمر اندر لب تو
مگذار کہ بوسد لب ساغر لب تو
کز خون صراحی نخورم مرد نیم
از جو کہ بود کہ لب نہد بر لب تو

(۶۳۴)
آں قصر کہ بر چرخ ہمے زد پہلو
بر درگہ او شہاں نہادندی رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ
بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

(٦٣٥)
یاقوت لبی لعل بدخشانی کو
وان راحت روح و راح ریحانی کو
می گرچه حرام در مسلمانی شد
تو می خور و غم مخور مسلمانی کو

(٦٣٦)
چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو
مدهوش مباش و جهل را خانه مشو
خواهی که می لعل حلالت باشد
آزار کسی مجوی و دیوانه مشو

(٦٣٧)
در دیدهٔ تنگ مور نور ست از تو
در پای ضعیف پشه زور ست از تو
ذات تو سزاست مر خداوندی را
هر وصف که ناسزاست دور ست از تو

(٦٣٨)
روزیکه بود وقت هلاک من و تو
از تن ببرود روان پاک من و تو
از بسکه بناشیم درین چرخ کبود
مه بود تابد بر سر خاک من و تو

(٦٣٩)
آنم که پدید گشتم از قدرت تو
پرورده شدم بناز در نعمت تو
صد سال به امتحان گنه خواهم کرد
تا جرم منست بیش یا رحمت تو

(٦٤٠)
ای رفته بچوگان قضا همچون گو
چپ میخور و راست مرو هیچ مگو
کانکس که ترا فگند اندر تگ و پو
او داند و او داند و او داند او

(٦٤١)
این چرخ فلک بهر هلاک من و تو
قصدی دارد بجان پاک من و تو
بر سبزه نشین پیاله کش دیر نماند
تا سبزه برون دمد ز خاک من و تو

(٦٤٢)
مائیم خریدار می کهنه و نو
وانگاه فروشندهٔ عالم بدو جو
گفتی که پس از مرگ کجا خواهی رفت
می پیش من آر و هر کجا خواهی رو

(٦٤٣)
چون رفت ز جسم جوهر روشن تو
با جنس دگر گزین کند مسکن تو
آمیند و روند هیچکس نشناسد
تا زیر زمین چه می بود بر تن تو

(٦٤٤)
از تن چو برفت جان پاک من و تو
خشتی دو نهند بر مغاک من و تو
وانگه ز برای خشت گور دگران
در کالبدی کشند خاک من و تو

(٦٤٥)
گر با خردی تو حرص را بنده مشو
در پای طمع خام سر افگنده مشو
چون آتش تیز باش چون آب روان
چون خاک بهر باد پراگنده مشو

(٦٤٦)
تا کرده گناه در جهان کیست بگو
آنکس که گنه نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دهی
پس فرق میان من و تو چیست بگو

سر از همه ناکسان نهان داری تو
راز از همه ابلهان نهان داری تو
بنگر که میان مردمان کار تو چیست
چشم از همه مردمان نهان داری تو (۶۴۷)

ای زندگی تن و توانم همه تو
جانی و دلی ای دل و جانم همه تو
تو هستی من شدی از آنم همه تو
من نیست شدم در تو از آنم همه تو (۶۴۸)

ای دل ز غم جهان گرفته چون شو
با ساکن عشوه خانهٔ گردون شو
دانی چه کنی چو نیست سامان مقام
انگار درون نیامدی بیرون شو (۶۴۹)

تن در غم روزگار بیداد مده
ما را ز غم گذشتگان یاد مده
دل جز به سر زلف پریزاد مده
بی باده مباش و عمر برباد مده (۶۵۰)

در مجلس عشاق نشستیم همه
از محنت ایام برستیم همه
از بادهٔ شوق قدحی نوشیدیم
آزاده و آسوده و مستیم همه (۶۵۱)

ای یار ز روزگار باش آسوده
وانده زمانه کم خور از بیهوده
چون کسوت عمر تنت چاک شود
چه کرده و چه گفته و چه نابوده (۶۵۲)

فریاد که عمر رفت بیهوده
هم لقمه حرام هم نفس آلوده
فرموده ناکرده سیه رویم کرد
فریاد ز کرده های نافرموده (۶۵۳)

اندیشهٔ عمر بیش از شصت منه
هر جا که قدم نهی بجز مست منه
زان پیش که کاسهٔ سرت کوزه کنند
رو کوزه فروش و کاسه از دست منه (۶۵۴)

چند از پی حرص و آز تن فرسوده
ای دوست دوی گرد جهان بیهوده
رفتند و روند هر چه آیند و روند
یکدم بمراد خویشتن نابوده (۶۵۵)

با عاشق و مست همی پرستیم همه
در کوی خرابات نشستیم همه
بگذشت ز قبح و حسن از وهم و خیال
از ما مطلب هوش که مستیم همه (۶۵۶)

یک جرعه می کهنه ز ملکی نو به
وز هر چه نه در طریق بیرون شو به
جامی است به از ملک فریدون صد بار
خشت سر خم ز تاج کیخسرو به (۶۵۷)

روزی بینی مرا تو مست افتاده
در حلقهٔ زلف بت پرست افتاده
دستار ز سر قدح ز دست افتاده
در پای تو سر نهاده پست افتاده (۶۵۸)

لطفیست که در وجود ما آمیخته / صد بوالعجبی ز ما برانگیخته
من زان به از این نمی‌توانم بودن / کز بوته چنین مرا فرو ریخته (۶۵۹)

هر توبه که کرده‌ایم بشکستیم همه / بر خود در نام و ننگ بستیم همه
عیبم مکنید اگر کنم بیخردی / کز بادهٔ عشق مست هستیم همه (۶۶۰)

ای من در میخانه بسبلت رفته / ترک بد و نیک هر دو عالم گفته
گر هر دو جهان چو گوی افتد بکوی / بر من بجوی چو مست باشم خفته (۶۶۱)

هر روز بر آنم که کنم شب توبه / از جام و پیالهٔ لبالب توبه
اکنون که رسید وقت گل ترکم ده / در موسم گل ز توبه یارب توبه (۶۶۲)

ای بیخبر از کار جهان هیچ نه / بنیاد نه بر دست از آن هیچ نه
شد حد وجود در میان دو عدم / اطراف بود تو در میان هیچ نه (۶۶۳)

این چرخ چو طاسیست نگون افتاده / در وی همه زیرکان زبون افتاده
در دوستی شیشه و ساغر نگرید / لب بر لب و در میان خون افتاده (۶۶۴)

جانا بکدام دست برخاسته / کز طلعت خویش ماه را کاسته
خوبان جهان بعید رو آراینده / تو عید بروی خویش آراسته (۶۶۵)

مشغول سخن چرخ بر آواز شده / می خور ز کف ساقی دمساز شده
کان کوزه هم ما در آمد امروز بر خوان / فردا بینی بجون زن باز شده (۶۶۶)

پیری دیدم بخواب مستی خفته / وز گرد و شعورها تن رفته
می خورده و مست خفته و آشفته / الله لطیف بعباده گفته (۶۶۷)

غره چه شوی بمسکن و کاشانه / هر عمر که هست حاصلش افسانه
همخوابه بادی دگر افروزی شمع / بر رهگذر سیل چه سازی خانه (۶۶۸)

دل مست نظارهٔ طرب ناورده / جام می خوشدلی بلب ناورده
افسوس بسر رسیده روز عمرم / روز بسر آورد دل بشب ناورده (۶۶۹)

آن باده خوشگوار بر دستم نه / آن ساغر چون نگار بر دستم نه
آن می که چو زنجیر بپیچد بر خود / دیوانه شدم بیار بر دستم نه (۶۷۰)

ساقی بصبوحی مے ناب اندر ده | مستان شراب را شراب اندر ده
مستیم و خراب در خرابات فنا | (۶۷۱) آوازه بعالم خراب اندر ده

دانی هرچه روی افتادوست و چه راه | آزادی سرو سوسن اندر افواه
کیں دارد ده زبان و لیکن خاموش | (۶۷۲) وان راست دو صد دست و لیکن کوتاه

دنیا بمراد رانده گیر آخر چه | وین نامهٔ عمر خوانده گیر آخر چه
گیرم که بکام دل بماندی صد سال | (۶۷۳) صد سال دگر بمانده گیر آخر چه

گویند حشیش بهر دولتمنگی به | وز جام شراب نغمهٔ چنگی به
در مذهب کاملاں چنیں ماندرست | (۶۷۴) یک قطرهٔ مے ز خون صد بنگی به

ای رفته و باز آمده بلکم گشته | نامت ز میان مردمان گم گشته
ناخن همه جمع آمده سم گشته | (۶۷۵) ریشت ز عقب کون برآمده دم گشته

گر اسپ و یراق است و گر فیروزه | معزور مشو بدولت ده روزه
از قهر فلک هیچ کسے جان نبرد | (۶۷۶) امروز سبو شکست و فردا کوزه

از درس علوم جمله بگریزے به | وندر سر زلف دلبر آویزی به
زاں پیش که روزگار خونت ریزد | (۶۷۷) تو خون پیاله در قدح ریزی به

بنگر ز صبا دامن گل چاک شده | بلبل ز جمال گل طربناک شده
هین باده خورید کاے بسا گل کز باد | (۶۷۸) بر خاک فروریزد و پر خاک شده

از هرچه بجز حق است کوتاهی به | مے سهم ز کف بتاں خرگاهی به
مستی و قلندری و گمراهی به | (۶۷۹) یک جرعهٔ مے ز ماه تا ماهی به

ما ئیم بلطف حق تولا کرده | وز طاعت و معصیت تبرا کرده
آنجا که عنایت تو باشد باشد | (۶۸۰) ناکرده چو کرده کرده چوں ناکرده

تا چند ز مسجد و نماز و روزه | در میکده ها مستی از دریوزه
خیام بخور باده که خاک ترا | (۶۸۱) گه جام کنند و گه سبو گه کوزه

جانیست دریں راه خطرناک شده | تن در رہ دیں ز نیک و بد پاک شده
بس رہگذرے که بگذرد بر من و تو | (۶۸۲) ما بیخبر از هر دو جهان خاک شده

اے نیک نکردہ و بدیہا کردہ — آنگاہ بلطف حق تولا کردہ (۶۸۳)
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود — ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

اے در رہ بندگیت یکساں کہ و مہ — در ہر دو جہاں خدمت درگاہ تو بہ (۶۸۴)
نکبت تو ستانی و سعادت تو دہی — یارب تو بفضل خویش بستان و بدہ

از آتش و باد و آب خاکیم ہمہ — در عالم کون در ہلاکیم ہمہ (۶۸۵)
تا تن با ماست در جفائیم ہمہ — چوں تن برود رواں پاکیم ہمہ

بادہ و معشوق و صبوح ای ساقی — از ما نبود توبہ نصوح اے ساقی (۶۸۶)
تا کے خوانی قصۂ نوح ای ساقی — پیش آر سبک راحت روح ای ساقی

در دہ مے لعل مشکبو ای ساقی — تا باز رہم ز گفتگو اے ساقی (۶۸۷)
یک کوزہ مے بدہ از آں پیش کہ دہر — خاک من و تو کند سبو اے ساقی

زاہد نہ بزہد کرد سود اے ساقی — زیرا کہ عمل عیاں نمود اے ساقی (۶۸۸)
پر کن قدح بادہ تو زود اے ساقی — کامد ز ازل آنچہ کہ بود اے ساقی

شمع است و شراب و ماہتاب ای ساقی — شاہد ز شراب ہم خراب اے ساقی (۶۸۹)
از خاک بر آر ایں دل پر آتش را — بر باد مدہ بیار آب اے ساقی

در دہ قدحی ز لعل ناب اے ساقی — برگیر ز آتشم با آب اے ساقی (۶۹۰)
تا عقل گریبان دلم خواہد واشت — دست من و دامان شراب ای ساقی

بشگفت شگوفہ مے بیار ای ساقی — دست از عمل زہد بدار اے ساقی (۶۹۱)
زاں پیش کہ اجل کمیں کند روزی چند — جام مے لعل و روی یار ای ساقی

ہنگام صبوح است و خروش ای ساقی — بادہ و کوی مے فروش ای ساقی (۶۹۲)
چہ جائے صلاح است و خموش ای ساقی — بگذر ز حدیث زہد و لوش اے ساقی

چوں ہست زمانہ و شباب ای ساقی — بر نہ بکفم جام شراب ای ساقی (۶۹۳)
ہنگام صبوح قفل بر در زدہ ام — مے دہ کہ بر آمد آفتاب ای ساقی

آنہا کہ ز پیش رفتہ اند اے ساقی — در خاک غرور خفتہ اند اے ساقی (۶۹۴)
رو بادہ خور و حقیقت از من بشنو — باد است ہر آنچہ گفتہ اند اے ساقی

چون مے ندہد اجل امان ای ساقی — در دہ قدح شراب ہاں اے ساقی
غم خوردن بیہودہ نہ کار دل ماست — با این دو سہ روزہ در جہان ای ساقی

(۶۹۵)

در سنگ اگر شوی چو یار اے ساقی — ہم آب اجل کند گذار اے ساقی
خاکیست جہان غزل بخوان ای مطرب — بادیست نفس بادہ بیار اے ساقی

(۶۹۶)

تا چند ز یاسین و برات ای ساقی — بنویس بمیخانہ برات اے ساقی
روزیکہ برات ما بمیخانہ برند — آن روز بود شب برات ای ساقی

(۶۹۷)

صبح خوش و خرم است خیز ای ساقی — در شیشہ بکن شراب از شب باقی
با یار خوریم و عیش را تازہ کنیم — این یکدم عمر کہ فردا عاقی

(۶۹۸)

وان کوزہ مے کہ نیست دردی ضرری — پُر کن قدحے سبو ز بن دہ دگرے
زان پیشتر ای صنم کہ در رہگذری — خاک من و تو کوزہ کند کوزہ گرے

(۶۹۹)

در دہ مے لعل لالہ گون ای ساقی — بکشائے ز حلق شیشہ خون ای ساقی
کامروز بروں ز جام مے نیست مرا — یکدوست کہ پاک اندرون ای ساقی

(۷۰۰)

گر زانکہ بدست افتد از می دو منی — مے خور تو بہر محفل و ہر انجمنے
کانکس کہ جہان کرد فراغت دارد — از سبلت چون توئی و ریش چو منے

(۷۰۱)

افتادہ مرا بلائے و ہستی کارے — خلقم ز چہ مے کنند ملامت بارے
ای کاش کہ ہر کدام ہستی کردے — تا من بجہان ندیدمے ہشیارے

(۷۰۲)

ہان تا بخرابات مجازی نائے — تا در قلندری بسازی نائے
این رہ رہ مردان سرافرازان است — زنہار در این کوچہ بہ بازی نائے

(۷۰۳)

گر دست دہد ز مغز گندم نانے — از مے کدوے و گوسفندی رانے
وانکہ من و تو نشستہ در ویرانے — عیشے بود آن نہ حد ہر سلطانے

(۷۰۴)

در کارگہ کوزہ گرے کردم رائے — در پایہ چرخ دیدم استادہ بپائے
میکرد سبو و کوزہ را دستہ و نائے — از کلۂ بادشاہ و در دست گدائے

(۷۰۵)

ای از حرم ذات تو عقل آگہ نے — در معصیت و طاعت ما مستغنے
مستم ز گناہ و ز رجا ہشیارم — امید برحمت تو دارم یعنے

(۷۰۶)

سازندهٔ کار مردهٔ زنده توئی
دارندهٔ این چرخ پراگنده توئی
من گرچه بدم صاحب این بنده توئی
کس را چه گناه چو آفریننده توئی (۷۰۷)

ای چرخ دلم همیشه غمناک کنی
پیراهن خرمی من چاک کنی
بادی که بمن رسد تو آتش کنیش
آبی که خورم در دهنم خاک کنی (۷۰۸)

خوش باش که پخته اند سودای تو دی
ایمن شده اند از همه غوغای تو دی
تو شاد بزی که بے تقاضای تو دی
دادند قرارگاه فردای تو دی (۷۰۹)

ای دل چو بہ بزم آن صنم بنشستی
از خویش بریدی و بدو پیوستی
زجام فنا چو جرعهٔ نوشیدی
از بود نبود و گو کلے رستی (۷۱۰)

گه گشته نہان روی بکس ننمائی
گه در صور کون و مکان پیدائی
وین جلوه گری بخویشتن بنمائی
خود عین عیانی و خودی بینائی (۷۱۱)

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی
خوش بودم که کردم این اوباشی
با من بزبان حال می گفت سبو
من چون تو بدم تو نیز چون من باشی (۷۱۲)

ای دل ز غبار جسم اگر پاک شوی
تو روح مجردی بر افلاک شوی
عرش است نشیمن تو شرمت بادا
کائی و مقیم خطهٔ خاک شوی (۷۱۳)

پیوسته ز بہر شہوت نفسانی
این جان شریف با ہمے رنجانی
آگاه نہ کہ آفت جان تو اند
آنہا کہ تو در آرزوے ایشانی (۷۱۴)

شخصے بزنے فاحشہ گفتا مستی
ہر لحظه بدام دیگرے پیوستی
گفتا شیخا ہر آنچه گفتی ہستم
اما تو چنانچه مینمائی ہستی (۷۱۵)

از مطبخ دنیا تو همه دود خوری
تا چند غم بوده و نابوده خوری
دنیا که بر اهل دنیا نیست عظیم
گر ترک دیان کنی همه سود خوری (۷۱۶)

ای کوزه گر آب نوش اگر هشیاری
تا چند کنی بر گل آدم خواری
انگشت فریدون و کف کیخسرو
بر چرخ نهادهٔ چه مے پنداری (۷۱۷)

هنگام صبوح ای صنم فرخ پے
بر ساز ترانهٔ و پیش آور مے
کافگند بخاک صد هزاران جم و کے
این آمدن تیرمه و رفتن دے (۷۱۸)

چندانکه نگاه می کنم هر سوئی — از سبزه بهشت است وز کوثر جوئی

صحرا چو بهشت است ز دوزخ کم گوئی — بنشین به بهشت با بهشتی روئی (۷۱۹)

چون می نزدو باختیارت کاری — خوش باش درین نفس که هستی باری

چون واقفی ای پسر ز هر اسراری — چندین چه بری بیهوده هر تیماری (۷۲۰)

گر هست ترا ازین جهان دست رسی — هان تا نزنی بی می و ساقی نفسی

پیش از من و تو بیازمودند بسی — دنیا نه کند گرای آزار بسی (۷۲۱)

ای دهر بکرده های خود معترفی — در خانقه جور و ستم معتکفی

نعمت بخسان دهی و زحمت بکسان — زین هردو برون نیست دری یا خرفی (۷۲۲)

دهبار کنونکه می توانی باری — بردار ز خاطر عزیزان باری

کین مملکت حسن نماند جاوید — از دست تو هم برون رود یکباری (۷۲۳)

چون صبح مرا خانه بدانند ساقی — صد قفل ز هر نوع برانند ساقی

چون دانم برسم خود باده دهد — در حد خودم در گذرانند ساقی (۷۲۴)

برگیر ز خود حساب اگر با خبری — کاول تو چه آوردی و آخر چه بری

گوئی نخورم باده که می باید مرد — می باید مرد گر خوری ور نخوری (۷۲۵)

پیری دیدم بخانه خماری — گفتم نکنی ز رفتگان اخباری

گفتا می خور که همچو من بسیاری — رفتند و کسی باز نیامد باری (۷۲۶)

بر کوزه گری پریر کردم گذری — از خاک همی نمود هردم هنری

من دیدم اگر ندید هر بی بصری — خاک پدرم بر کف هر کوزه گری (۷۲۷)

برگیر پیاله و سبوای دلجوی — بخرام بسوی سبزه زار و لب جوی

کین چرخ که صورت بتان مه روی — صد بار پیاله کرد و صد بار سبوی (۷۲۸)

ای آنکه نتیجه چهار و هفتی — در هفت و چهار دائم اندر تفتی

می خور که هزار بار بیشت گفتم — باز آمدنت نیست چو رفتی رفتی (۷۲۹)

شاد آمدی ای راحت جانم که توئی — تو آمده و من نه بر انم که توئی.

از بهر خدا اشارتی دل من — چندان می خور که من ندانم که توئی (۷۳۰)

ای بادہ خوشگوار در جام مهی
بر پای خرد تمام بند گرهی
هرکس که ز تو خورد امانش ندهی
تا گوهر او بر کف دستش ننهی (۷۳۱)

بکشای درے که در کشاینده توئی
بنمای رهے که ره نماینده توئی
من دست بهیچ دستگیری ندهم
کاینها همه فانی اند و پاینده توئی (۷۳۲)

رو بیخبرے گزین اگر باخبری
تا از کف مستان ازل باده خوری
تو بیخبری بیخبری کار تو نیست
هر بیخبرے را نرسد بیخبرے (۷۳۳)

اے چرخ همه خسیس را چیز دهی
حمامه و آسیاو دهلیز دهی
آزاده میان سست که وکان نهند
شاید که ازین فلک بنا تیز دهی (۷۳۴)

چندین غم بیهوده مخور شاد بزی
و اندر ره بیداد تو با داد بزی
چون آخر کار این جهان نیستی است
انگار که نیستی تو آزاد بزی (۷۳۵)

در باغ چو پر غورهٔ ترش اول دے
شیرین ز چه گشت تلخ چون آمد مے
از چوب تبشه گو کسے کرد رباب
وز بیشه چه گوئی که همی روید نے (۷۳۶)

یارب بکشای بر من از رزق درے
بے منت مخلوق رسان ما حضرے
از باده چنان مست نگهدار مرا
کز بیخبرے نباشد دردسرے (۷۳۷)

گر آمدنم بخود بدے نامدمے
ور نیز شدن بمن بدے کے شدمے
به زان نه بدے که اندرین دیر خراب
نه آمدمے نه شدمے نه بدمے (۷۳۸)

ای دل تو بسر این معما نرسی
در نکتهٔ زیرکان دانا نرسی
اینجا زمے و جام بهشتی می ساز
کانجا که بهشت است رسی یا نرسی (۷۳۹)

خواهی که اساس عمر محکم یابی
یک چند بعالم دل بیغم یابی
فارغ منشین ز خوردن باده دمے
تا لذت عمر خود دوام یابی (۷۴۰)

ای چرخ چه کرده ام بمن راست بگو
پیوسته مرا فگنده در تگ و پوے
تا نم ندهی تا نبری کوی بکوی
آبم ندهی تا نه بری آب زروی (۷۴۱)

هان تا بر مستان بدرشتی نشوی
یا از در نیکوان بزشتی نشوی
مے خور که بخوردن و بنا خوردن مے
گر آلت دوزخی بهشتی نشوی (۷۴۲)

خواهی که پسندیدهٔ انام شوی
مقبول قبول خاصه و عام شوی
اندر پی مومن و جهود و ترسا
بدگوی مباش تا نکو نام شوی (۷۴۳)

روزی که دلم برنگ آبی یابی
در کنج دلم بسی خرابی یابی
در بحر دو دیده ام اگر غوطه خوری
گر گم نشوی مردم آبی یابی (۷۴۴)

در جو مئے لعل لالهٔ گون صافی
بکشائے ز حلق شیشهٔ خون صافی
کامروز برون ز جام مے نیست مرا
یکدست که دارد اندرون صافی (۷۴۵)

تا کے غم آں خورم که دارم یا نے
وین عمر بخوشدلی گذارم یا نے
پر کن قدح باده که معلومم نیست
کاین دم که فرو برم برآرم یا نے (۷۴۶)

ای بادهٔ تو شربت هر لالائے
چندان بکشیم تراز روشن رائے
کز دور مرا هر که ببیند گوید
اے خورده شراب از کجا می آئی (۷۴۷)

با درد قناعت کن و آزادی بری
در بند فزونی مشو آزادی بزی
منکر به فزونی ز خود و غصه مخور
در کم ز خودی نگه کن و شاد بزی (۷۴۸)

از دور پدید آمده ناپاک تنے
وز دود جهنم به تنفس پیرهنے
بشکست صراحیم که عمرش کم باد
وانگه چو مئے لطیف مردی چو منے (۷۴۹)

یا من تو هر آنچه گوئی از کین گوئی
پیوسته مرا ملحد و بے دین گوئی
من خود مقدم هر آنچه گوئی هستم
انصاف بده تراز رسد کین گوئی (۷۵۰)

از آمدن بهار و از رفتن دے
اوراق وجود ما همی گردد طے
مئے خور مخور اندوه که گفت است حکیم
غمهائے جهان چو زهر و تریاقش مے (۷۵۱)

تا در تن تست استخوان و رگ و پے
از خانهٔ تقدیر منه بیرون پے
گردن منه ار خصم بود رستم زال
منت مکش ار دوست بود حاتم طے (۷۵۲)

گر روئے زمین بجمله آباد کنی
چندان نبود که خاطرے شاد کنی
گر بنده کنی بلطف آزادے را
بهتر که هزار بنده آزاد کنی (۷۵۳)

گویند مخور مے که هلاکش باشی
در روز مکافات در آتش باشی
این هست دلی ز هر دو عالم خوشتر
این یکدم کز شراب سرخوش باشی (۷۵۴)

از کبر مدار هیچ در دل هوسے
کز کبر بجائے نرسیدست کسے
چون زلف بتان شکستگی عادت کن
زاں پیش که بگسلد ز تار نفسے (۷۵۵)

تا کے ز غم زمانه محزون باشی
با چشم پر آب و دل پرخون باشی
مے نوش و بعیش کوش و خوشدل می باش
زاں پیش کز این دائره بیرون باشی (۷۵۶)

دنیا نفسی و من درو یک نفسی
اندر نفسی چند توان زد نفسی
شکرانه آنکه زنده خوش می باشی
این عالم بی وفا نماند بکسی (۷۵۷)

خشتی نه نهم پا بزنم بر خشتی
زین پس من و باده و کنار کشتی
آتش نشوم ز هر بهر انگشتی
خوبی بتو لبر بزم باز رشتی (۷۵۸)

می خور که طریقان جهان را دو روی
هرگز دنیا گوش زمی بینی خوی
تا کی گویم توبه شکستم هی هی
صد توبه شکسته به که یک شیشهٔ می (۷۵۹)

جز راهِ قلندر بخرابات مپوی
جز باده و جز سماع و جز یار مجوی
برکف قدح باده و بردوش سبوی
می نوش کن و نگار بیهوده مگوی (۷۶۰)

تا در هوس لعل ولب و جام میی
تا در پی آواز دف و چنگ و نیی
اینها همه خشوست خدا میداند
تا ترک تعلق نه کنی هیچ نه (۷۶۱)

زان پیش که از جام اجل مست شوی
زیر لگد حادثه ها پست شوی
سرمایه بدست آر درین ره کانجا
سود که کنی اگر تهی دست شوی (۷۶۲)

ای آنکه خلاصهٔ چهار ارکانی
بشنو سخنی ز عالم روحانی
دیوی و ددی و ملک و انسانی
با تست هر آنچه می نمائی آنی (۷۶۳)

هرچند ز دوست و هر عکس باشی
وز جور جفای چرخ ناخوش باشی
نه هار ز دستِ ناکسان آب زلال
بر لب مچکان اگر در آتش باشی (۷۶۴)

آن به که ز جام باده دل شاد کنی
وز بادهٔ گذشته کم یاد کنی
و پتی عاریتی لباس رندائی را
یک لحظه ز بند عقل آزاد کنی (۷۶۵)

با درد بساز تا دوائی یابی
از دور منال تا شفائی یابی
می باش بوقت بینوائی شاکر
تا عاقبت الامر نوائی یابی (۷۶۶)

اول بوجودم چو آشنا میکردی
آخر ز وجودم چرا جدا میکردی
چون ترک منت نبود از روز نخست
سرگشته بعالم چرا میکردی (۷۶۷)

از دفتر عمر می گشودم فالی
ناگاه ز سوز سینه صاحب حالی
می گفت خوش آنکسی که در خانهٔ او
روز لیست چو ماهی و شبی چو سالی (۷۶۸)

آن مایه ز دنیا که خوری یا نوشی
معذوری اگر در طلبش میکوشی
باقی همه رائگان نیرزد هشدار
تا عمر گرانمایه بدان نفروشی (۷۶۹)

من ترک همه کردم و ترک مے و نے
از جمله گریزپا شدم از وی نے
اما بود آنکه من مسلمان گردم
بس ترک مے مخانه کردم ہیہے ہیے (۷۷۰)

تن زن چو بزیر فلک بے باکی
مے نوش چو در جہان آفت ناکی
چوں اول و آخرت بجز خاکی نیست
انگار که بر خاک نئے در خاکی (۷۷۱)

گر شادی خویشتن وراں میدانی
کاسوده و لے را بلغمی بنشانی
ور ماتم عقل خویش بنشیں ہمه عمر
پنداز مصیبت که عجب نادانی (۷۷۲)

ہنگام سفیده دم خروس سحری
دانی که چرا ہمے کند نوحه گری
یعنے که نمودند در آئینه صبح
کز عمر شبے گذشت و تو بیخبری (۷۷۳)

ای کاش که جائے آرمیدن بودے
یا ایں ره دور را رسیدن بودے
کاش از پے صد ہزار سال از دل خاک
چوں سبزه امید بر دمیدن بودے (۷۷۴)

اے سوخته سوخته سوختنی
اے آتش دوزخ ز تو افروختنی
تا کے گوئی که بر عمر رحمت کن
حق را تو کئی برحمت آموختنی (۷۷۵)

ای دل ہمی و معشوق مکن در باقی
سالوس رہا کن و مکن زراقی
گر پیر و احمدی خوری جام شراب
زاں حوض که مرتضائش باشد ساقی (۷۷۶)

قطعه

دوش با عقل در سخن بودم
کشف شد بر دلم مثالے چند
گفتم اے مایه ہمه دانش
دارم الحق لشو سوالے چند
چیست ایں زندگانی دنیا
گفت خوابیست یا خیالے چند
گفتم از وے چه حاصل است بگو
گفت درد سر و وبالے چند
گفتم ایں نفس کے شود رامم
گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہل ستم چه طائفه اند
گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتم ایں بحث اہل دنیا چیست
گفت بیہوده قیل و قالے چند
گفتم اہل زمانه در چه فن اند
گفت در بند جمع مالے چند
گفتمش چیست که خدائی گفت
ساعتے عیش و غصه سالے چند
گفتم اورا مثال دنیا چیست
گفت زالے کشیده خالے چند
گفتمش چیست گفته ہائے خیام
گفت پندست حسب حالے چند

تمت

محبوب الاذکار ترجمہ اردو حدائق الاخیار

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن فرغان علاقہ بخارا شریف

اسکی فہرست مضامین سے ظاہر ہو کہ یہ کتاب تصوف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ خدا سے رابطہ و اتحاد پیدا کرنیوالے اصحاب اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں عرصہ تین سو سال کا گزر چکا ہے کہ یہ کتاب فارسی میں مصنف علیہ الرحمۃ نے تصنیف فرمائی تھی۔ جب بندہ کو یہ قلمی نسخہ دستیاب ہوا تو طالبان حق کی خاطر اسکا ترجمہ کرا کر شائع کیا تاکہ صوفی مشرب اصحاب اس سے حظ وافر اٹھائیں۔ مختصر فہرست مضامین کتاب ہذا برائے ملاحظہ درج ذیل ہے۔ قیمت ... عہ

حدیقہ	مضمون
۱	خدا کی معرفت میں جو دونو جہان کی نعمت اور سعادت ابدی ہے۔
۲	خلاف عادت امور کے بیان میں جو انبیا کی نبوت اور اولیا کی شواہد میں سے ہے
۳	مبدء و معاد میں اور یہ ایسے امور ہیں جو ہر ایک کو شامل ہیں۔
۴	سالک کی توبہ میں۔
۵	سالک کی دل کی نیت جو تمام عبادتوں کی جڑ ہے۔
۶	ہمت کے بیان میں جو ہمیشگی کی دولت اور سعادت کا چشمہ ہے۔
۷	عشق و محبت میں جو تمام طریقوں سے عمدہ طریق ہے۔
۸	ترک و تجرید کے فوائد جو سلوک کی سات شرطوں میں پہلی شرط اور عارفوں کا شیوہ ہے۔
۹	تقوی میں جو مذکورہ شرطوں میں سے دوسری شرط اور سعادت کونین کا ذریعہ ہے۔
۱۰	بھوک کے فوائد میں جو مذکورہ شرطوں میں سے ایک شرط ہے اور تمام عبادتوں اور سعادتوں کا سرچشمہ ہے۔
۱۱	گوشہ نشینی میں جو مذکورہ شرطوں میں سے ایک شرط اور دنیا کی سلامتی اور خواہشات نفسانی کے نیست و نابود کر دینے کی باعث ہے۔
۱۲	خاموشی کے فوائد میں جو مذکورہ شرائط میں سے ایک شرط ہے اور دل کی جمعیت اور نقصانات زبان سے بے خوف ہونے کا باعث ہے۔
۱۳	شب بیداری کی فضیلت میں جو مذکورہ شرائط میں سے ایک شرط ہے اور حصول معرفت کا باعث
۱۴	دائمی ذکر کے فوائد کے بیان میں جو مذکورہ شرطوں سے ایک شرط ہے۔ اور تمام عبادتوں کا لب لباب ہے۔

حدیقہ	مضمون
۱۵	مقامات سبعہ میں جو قرب و مشاہدہ کی راہ میں چلنے والوں کی منازل ہیں۔
۱۶	عزیمت اور صحبت میں جو دل کی جمعیت اور شیطان کے وسوسہ سے حفاظت کا باعث ہے۔
۱۷	صاحب حال کے سماع اور وجد میں جو انوار ربانی کے فیضان کا باعث ہے۔
۱۸	رد طاعات سے خوف دلاتے ہیں جو حصول درجات سے محرومی کا باعث ہے۔
۱۹	شب و روز کی عبادات کے بیان میں جو سالکوں کی باطنی صفائی اور طالبوں کی ترقی کا باعث ہے۔
۲۰	جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کی عبادات میں۔
۲۱	ماہ محرم کی عبادات میں۔
۲۲	ماہ رجب کی عبادات میں۔
۲۳	ماہ شعبان کی عبادات میں۔
۲۴	ماہ رمضان کی عبادات میں۔
۲۵	ماہ شوال کی عبادات میں۔
۲۶	ماہ ذوالحجہ کی عبادات میں۔
۲۷	ایمان اسلام اور عقائد کے بیان میں۔
۲۸	حیض و نفاس کے بیان میں۔
۲۹	مسائل متفرق کے بیان میں۔
۳۰	قبولیت دعا کی شرطوں میں (اسم) ادعیہ ماثورہ کا بیان۔
۳۲	صوفیوں کی بعض اصطلاحات کی تشریح۔

محبوب الالقیا فی ذکر سلطان الاولیا

مصنفہ حضرت مولانا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بابرکات ہیں۔ اردو ترجمہ کرا کر بغرض تبرک چھپوائی گئی ہے۔ اسمیں حضرت مولانا ملا علی قاری نے جناب غوث پاک کے حالات نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔ عاشقان غوث پاک کو لازم اس کتاب کو منگا کر حظ وافر اٹھائیں۔ اسکی خوبی ذیل کی فہرست مضامین سے ظاہر ہے قیمت ۱۰/

نمبر	مضمون
۱	مقدمہ کتاب اور سبب تالیف۔
۲	جناب غوث پاک رح کی باپ کی طرف سے نسب کا بیان۔
۳	ماں کی طرف سے آپ کی نسب شریف کا حال۔
۴	آپ کے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کا حال۔
۵	آپ کا حلیہ شریف اور مشائخ کا حال۔
۶	آپ کی تصنیفات کا ذکر۔
۷	آپ کے شہر ولادت کا بیان۔
۸	آپ کے گیلان سے نکلنے کی وجہ۔
۹	آپ کے خرقہ شریفہ کی سند۔
۱۰	آپ کے کلام معجز نظام کا مجمل سا بیان۔
۱۱	آپ کے کرم و تقوی میں بعض عارفین کے اقوال۔
۱۲	آپ نے بعض سے کے جواب میں جو بہم احادیث [illegible] فرمائیں انکی حکمت۔
۱۳	آپ کے ملقب بہ محی الدین ہونیکا سبب
۱۴	آپ کے پاس ابومدین شعیب کے مرید کا آنا
۱۵	آپکے حالات جوانی میں بیلاج کرنا اور راستہ میں ایک جاریہ حبشیہ سے ملنا۔ اور اسکا آپ کو خوشخبری دینا۔
۱۶	آپکا عراق کے جنگلوں میں سیاحت کرنا۔ اور خضر علیہ السلام سے ملاقات۔
۱۷	آپکی زیارت کے لئے خلیفہ عباسی کا آنا۔
۱۸	آپکے ہاتھ سے ابوطالب کے لڑکے کا شفا پانا
۱۹	آپ کو بعض رافضیوں کا آزمانا۔
۲۰	آپ کو ایک عورت نے اپنا لڑکا دینا۔
۲۱	آپ کا بغداد سے عجم میں ایک قافلہ کی مدد کرنا۔
۲۲	آپکا مدرسہ سے نکلکر آدھی رات کو بغداد کو جانا اور اپنے شاگرد کا دریافت حال کے لئے چھپکر ساتھ چلنا۔
۲۳	آپکا ایک لڑکی کو جن سے چھڑا کر اسکی والدہ کے حوالہ کرنا۔
۲۴	آپکا جامع مسجد میں جانا اور لوگوں کا آپ کی طرف متوجہ ہونا۔
۲۵	آپ کی دیگر کرامتیں۔
۲۶	آپکی شیخ ابن ہیتی ایک شخص صاحب حال کی سفارش کرنا۔
۲۷	آپکی مجلس میں سانپ کا گرنا۔
۲۸	آپکی [illegible] مجلس میں رجال الغیب کا حاضر ہونا۔
۲۹	آپکا ایک شیخ سید عبدالرزاق کو خوشخبری دینا کہ وہ بھی رجال الغیب سے ہے۔
۳۰	آپکی مجلس میں عراق کے اکابر مشائخ اور بڑے بڑے علما کا حاضر ہونا۔
۳۱	آپکے بیٹے سید سیف الدین عبدالوہاب کا آپکی مجلس میں وعظ فرمانا۔
۳۲	آپکی مجلس میں آنحضرت صلعم کی روحانیت کا معہ اصحابہ کرام تشریف لانا۔
۳۳	آپ کا لباس شریف۔
۳۴	آپکا آپکے دیکھنے والیکو خوشخبری دینا۔
۳۵	آپ کا کلام مبارک حلاج کے بارے میں۔
۳۶	آپ کی خادم کا رات میں ستر دفعہ جنبی ہونا۔
۳۷	آپ کے مدرسہ کے دروازے سے جو مسلمان گزرے گا اس سے عذاب قبر کی تخفیف ہوگی۔
۳۸	آپکے ساتھ استغاثت کا بیان۔ اور شیخ منصور واسطی سے ایک روایت۔
۳۹	آپکی مجلس میں ایکدو شخص مردہ تھے۔
۴۰	ابن سقا کی حکایت
۴۱	آپکی وہ کلام جو آپ نے نعم الٰہی کو بیان کرتے ہوئے فرمائی۔
۴۲	آپ کے اشعار۔
۴۳	تاج العارفین ابوالوفا سے آپکی ملاقات۔
۴۴	آپکا قطب کی تعریف کرنا۔
۴۵	آپکی کلام جسمیں اشیاء کے نام لئے ہوئے ہیں۔
۴۶	آپ کا قول [illegible] غزل۔
۴۷	آپکا قول طہارت الارواح۔
۴۸	حلاج کے بارے میں آپکا مفصل کلام۔
۴۹	آپ کی وہ دعائیں جو وعظ سے پہلے آپ پڑھا کرتے تھے۔

المشتہران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ

تحفۃ السالکین ترجمۂ اردو ارشاد الطالبین

(مصنفہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کتاب مستطاب مفید ہر شیخ و شاب حضرت ممدوح کی مشہور و معروف تصنیفات سے ہے۔ جسکو حضرت نے اسلئے لکھا تھا کہ لوگ ولایت کی حقیقت معلوم کریں اور اسمیں افراط و تفریط اور گناہ سے بچیں اور اصحاب اہل طریقت منزل مقصود کو پہونچیں خوبی اس کتاب لاجواب کی فہرست مضامین سے ظاہر ہے۔ جو عدم گنجائش کے باعث مختصراً درج ذیل ہے۔ کاغذ لکھائی چھپوائی نہایت اعلیٰ **قیمت** ۸/

فہرست مضامین کتاب مستطاب المسمیٰ بہ تحفۃ السالکین ترجمہ اردو ارشاد الطالبین

مضمون	صفحہ
مقام اول۔ ولایت کا ثبوت اور اسکے متعلقات کا بیان	۲
پہلی فصل۔ ولایت کا ثبوت۔	۲
دوسری فصل۔ ولایت کی تحقیق۔	۵
تیسری فصل۔ خوارق عادات کا بیان۔	۹
صوفی کا قلب بالطبع حرام سے متنفر ہوتا ہے۔	۱۰
مسئلہ اولیاء اللہ کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے۔	۱۰
کشف اور الہام پر عمل کرنا جائز ہے۔	۱۱
مسئلہ۔ کشف۔ الہام۔ حدیث آحاد۔ قیاس جامع شرائط کا مقابلہ۔	۱۱
اہل سکر کے کشف میں غلطی کا احتمال زیادہ ہے۔	۱۱
ولایت خدا تعالیٰ کی طرف ایک نسبت ہے۔	۱۳
ولی کی علامات۔	۱۴
دوم مقام۔ مریدوں کے آداب کا بیان۔	۱۴
تقویٰ کی تعریف۔	۱۵
علم باطنی میں زیادتی چاہنا فرض ہے۔	۱۵
پیر تلاش کرنے کا طریقہ	۱۶
مسئلہ۔ آداب شیخ میں کوتاہی کرنا حرام ہے۔	۱۸
مسئلہ۔ مرید اپنے شیخ کو کیسا سمجھے۔	۱۹
مسئلہ۔ مرید کو شیخ پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔	۱۹
اعتدال سے زیادہ تعظیم مذموم ہے۔	۲۰
اولیا کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔	۲۰
غیر اللہ سے مراد کا طلب کرنا کفر ہے۔	۲۰
غیر اللہ سے مراد چاہنا جائز نہیں۔	۲۱
غیر اللہ سے دعا مانگنا جائز نہیں۔	۲۱
اولیا کو معصوم جاننا کفر ہے۔	۲۲
مسئلہ اولیا کی قبریں بلند کرنا اور ان پر گنبد تعمیر کرنا اور عرس کرنا کیسا ہے؟۔	۲۳

مضمون	صفحہ
مسئلہ۔ زیارت قبور کے وقت سنت کیا ہے۔	۲۳
مسئلہ پیغمبر خدا اور اولیا کرام کے مقابر کی زیارت کا طریقہ۔	۲۳
مقام سوم کاملوں اور مرشدوں کے آداب کا بیان۔	۲۳
فصل اول۔ کاملوں کو بھی طلب مزید لازم ہے۔	۲۳
مسئلہ۔ ولی کامل کو چاہئے کہ لوگوں کو اپنے فیض کی طرف توجہ دلائے۔	۲۵
مسئلہ ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعویٰ کرنیوالا شیطان ہے۔	۲۵
فصل دوم۔ شیخ کا مرید سے سلوک کا بیان۔	۲۷
مسئلہ شیخ کو چاہئے کہ طریقہ کو بیان کرینیں پوری دلچسپی لے۔	۲۷
مسئلہ مسند نشین پیر کو چاہئے کہ باوقار رہے۔	۲۹
مقام چہارم۔ قرب الٰہی کے اسباب اور اسکی ترقی کا بیان۔	۳۰
فصل۔ آفاقی اور انفسی سیر کا بیان۔	۳۰
فصل۔ عبادات کی برکات کا بیان۔	۳۲
فصل۔ مشائخ کی تاثیر کا بیان۔	۳۴
مسئلہ پیغمبروں کو بھیجنے کا اصل مدعا کیا ہے۔	۳۵
مسئلہ۔ صرف ریاضت نفسی کی برائیاں دور کرنیکے لئے کافی ہیں۔	۳۵
مسئلہ اجتبا اور ہدایت میں فرق۔	۳۵
مسئلہ جذب مطلق کیسے ہوتا ہے۔	۳۶
فائدہ۔ قرب کی ترقی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔	۳۶
فصل۔ استعداد کا بیان۔	۳۷
مسئلہ۔ ممکن ہے کہ بعض اولیا بعض انبیا کی نسبی پیدا ہوگئے ہوں۔	۳۸
مقام پنجم۔ مقامات مقرب اہل کا بیان۔	۳۹
مبادی تعینات ۳۹ + حقیقت ظلال۔	۴۰
بیان سیر الی اللہ صہ ۴۲ + انا الحق کہنے کی وجہ۔	۴۲
ولایت کبریٰ صہ ۴۳ + فصل ولایت صغرا کا بیان۔	۴۶
کشف کے متعلق سوال و جواب۔	۴۷
فصل۔ ولایت اور کمالات نبوت و رسالت کی ہر مقام پر صوفی کی حالت۔	۴۸
عروج کے متعلق تمام مقامات حضرت مجدد الف ثانی صہ کو عطا ہوئے ہیں۔	۴۹
خاتمہ۔ سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک کا بیان وغیرہ	۵۰